بانیِ ادارہ
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی
قدس سرہٗ

خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا فرمان

عورت کی خوبی دو باتوں میں ہے

۱۔ یہ کہ اُسے کوئی غیر محرم نہ دیکھے ــــــــ

۲۔ یہ کہ وہ بھی کسی غیر محرم کو نہ دیکھے ــــــــ

(مخزنِ اخلاق)

یکم رمضان المبارک ۹۶ھ
۲۷ اگست ۷۶ء

۲۵ پیسے

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قتل اولاد

قَالَ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یَطْعَمَ مَعَکَ

ترجمہ: "اس نے پوچھا (شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟) یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوتی ہے"

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جس کا پہلا حصہ ۲۰ اگست کے شمارہ میں پڑھ چکے ہیں۔ اب دوسرا حصہ حاضر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ شرک کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ انسان اپنے کو محض اس خوف سے قتل کر ڈالے کہ وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے ہیں۔ گویا خوراک کی قلت اور خرچ کے ڈر سے اولاد کو مار ڈالے۔

اسلام سے قبل جاہلیت کے زمانہ میں یہ رسم عام تھی کہ لوگ معاشی بدحالی اور تنگدستی کے ڈر سے اپنے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو اور وہ سکھ کا سانس لے سکیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ اس کی بقاء اور نشوونما پر اس کو اختیار حاصل ہے۔ وہی سب کا رازق ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب! تو مکہ میں ایماندار لوگوں کو رزق پہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف ایمانداروں کو نہیں بلکہ کافروں کو بھی پہنچاؤں گا۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جاندار اور ذی روح جو دنیا میں آتا ہے اس کو رزق اللہ تعالیٰ ضرور بہم پہنچاتا ہے۔

انسان کو فقط اپنی قوت اور طاقت پر غرور یا بھروسہ ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے وہ یہ کبھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ توانا اور تنومند ہونے کی وجہ سے یا اپنی قابلیت کی وجہ سے روزی کماتا ہے۔ کیونکہ یہ طاقت اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوئی ہے۔ اور وہ اگر چاہے تو یہ طاقت چھین بھی سکتا ہے۔ لہٰذا اسے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی رزق ملتا ہے۔

کسی بھی بے بس اور کمزور انسان کو ناامید نہیں ہونا چاہیے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ چونکہ وہ بے سہارا ہے، کمزور ہے یا معذور اور اپاہج ہے۔ اس لیے اسے کچھ میسر نہ آئے گا۔ نہیں۔ اللہ پاک کی ذات کے لیے ہرگز مشکل نہیں کہ وہ اس کی روزی کی سبیل پیدا کر دے۔

لہٰذا اپنی اولاد کو محض اس لیے قتل کر دینا کہ وہ اس کا کفیل نہیں ہو سکتا۔ یہ انتہائی حماقت اور گناہ ہے۔ کیونکہ ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ بہم پہنچاتا ہے۔ کوئی انسان یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے دوسرے کی معاش کی وجہ سے غم یا اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد نمبر ۲۲ ——— شمارہ نمبر ۱۴

جاری کردہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول

جانشین شیخ التفسیر

مولانا عبید اللہ انور

رئیس التحریر

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

مدیر :-

محمد سعید الرحمن علوی

ادارہ تحریر

◎ مولانا محمد اجمل

◎ —— زاہد الراشدی

◎ —— لعل محمد سعدی

بدل اشتراک

سالانہ ۰۰ —— ۳۵

ششماہی ۰۰ —— ۱۸

سہ ماہی ۵۰ —— ۹

پرچہ ۲۵ —— ۰

بھٹو صاحب!

مغالطے نہ دیں

نئے پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پچھلے دنوں سیلاب زدہ عوام سے اظہار ہمدردی کرنے ڈیرہ اسمٰعیل خان گئے تو وہاں سیلاب کے بجائے اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف حسب روایت دھواں دھار تقریر کی۔ لیکن یہ تقریر ان کی صدہا تقریروں کی طرح مقصدیت سے خالی اور محض ہاؤ ہو پر مشتمل تھی۔ دراصل ۷۰ء کے انتخاب میں بھٹو صاحب پنجاب میں آندھی کی طرح چھاگئے تھے اور یہاں انہوں نے علامہ اقبال جیسے انسان کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال تک کو شکست سے دوچار کر دیا تھا لیکن جب انہوں نے سرحد کا منہ کیا تو انہیں عجیب صورت حال سے واسطہ پڑا حتیٰ کہ وہ خود ڈیرہ اسمٰعیل خان کی سیٹ پہ انتخاب میں شکست کھا گئے۔ اور ایسی شکست کہ ان دنوں انہوں نے ایک بیان میں کہا تھا کہ "میں آئندہ مفتی محمود کے مقابلہ میں انتخاب نہیں لڑوں گا۔"

لیکن جب کبھی وہ ڈیرہ جاتے ہیں تو ان کے زخمہائے شکست ہرے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کا حقائق و واقعات سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات معروف و مسلّم ضابطہ اخلاق بھی سرپیٹ کر رہ جاتا ہے۔

اب بھی آنجناب متاثرین سیلاب سے ہمدردی کے لئے ہیلی کاپٹر پہ ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر بھاگے پھر رہے ہیں۔ لیکن اکثر مقامات پہ جاکر جو تقریریں کیں اور جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اخبارات اور دوسرے ذرائع ابلاغ سے عوام کے سامنے آچکا ہے۔ عوام خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا اتنے بڑے ذمہ دار آدمی کے لیے یہ انداز گفتگو مناسب ہے؟ اور ستم رسیدہ لوگوں کے سامنے اس قسم کی تقریریں کیونکر روا ہو سکتی ہیں؟

یہ کہنا بالکل صحیح اور درست ہے کہ بھٹو صاحب آئندہ انتخاب

جیتنے کے لیے اس قدر بے قرار ہیں کہ اس کی تیاری کے لیے کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے حتیٰ کہ گھر والے محروم انسان جو کسی مسیحا کی انتظار میں آسمان تلے راتیں اور دن گزار رہے ہیں۔ ان کے سامنے جا کر بھی الیکشن و انتخاب کی ہی بات ہوتی ہے بلا واسطہ نہیں تو بالواسطہ ہی

ڈیرہ کی تقریر کا ایک ایک حرف اسی نوعیت کا حامل ہے۔ اور میں ضروری سمجھتا ہوں کہ محض تاریخ کا ریکارڈ درست کرنے کے لیے ان کے اٹھائے ہوئے اہم اور ضروری نکات پر مختصراً اپنی گزارشات پیش کر دوں۔

سب سے اہم بات جو انہوں نے کہی وہ ہے دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں عدالت کا قیام جس کے سربراہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اس کے ممبران ہوں گے۔ یہ عدالت سندھ کے پانی کی صوبہ سرحد، پنجاب اور سندھ میں تقسیم کا تصفیہ کرے گی۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بھٹو صاحب جو خیر سے مغالطہ دہی کے بادشاہ ہیں نے حسب روایت یہ بھی ایک مغالطہ دیا ہے اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ستم رسیدہ لوگ جو مدتہائے دراز سے پانی کے لیے ترس رہے ہیں ان کو ٹرخانے کے لیے یہ چکر چلایا ہے۔ جہاں تک پنجاب و سندھ کا تعلق ہے وہ برابر دریائے سندھ سے استفادہ کر رہے ہیں۔ اور تھوڑا یا زیادہ پانی حاصل کر رہے ہیں لیکن سرحد تو بالکل محروم ہے۔ سندھ اور پنجاب کا مسئلہ فیصد کا تو ہو سکتا ہے نفس پانی کا نہیں جبکہ سرحد کا مسئلہ نفس پانی کا ہے۔ اب ایک طرف نفس پانی کا سوال ہو دوسری طرف محض فیصد کی بات ہو تو ان دونوں کو ایک سطح پر لا کھڑا کرنا کس لحاظ سے درست ہے؟ سرحد کے عوام جن کے علاقہ سے دریائے سندھ پانچ سو میل بہہ کر آگے جاتا ہے۔ پانی کے ایک ایک قطرہ سے محروم ہیں؟ آخر کیوں؟ کیا وہ پاکستانی نہیں؟ کیا انہوں نے اس ملک کی آزادی کے لیے کوئی قربانی نہیں دی؟ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ وہ غریب لوگ ۱۰، ۱۵ میل کے فاصلہ پر گھڑوں اور مشکوں میں ضروریات کے لیے پانی لائیں اور شربت کی طرح اس کے استعمال میں پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں؟

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس سے پہلے ریٹائرڈ جسٹس جناب فضل اکبر کی قیادت میں ایک کمیٹی اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد رپورٹ بھی دے چکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس رپورٹ کو کیوں شائع نہیں کیا جاتا اور اس کے مطابق کیوں عمل نہیں کیا جاتا؟ اس معزز جج کی محنت کا کیا انجام ہوا جو اب مزید ججوں کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے؟

دریائے سندھ کو چھوڑ کر دریائے کابل تو صرف اور صرف سرحد کا ہے۔ اس کے باوجود یہ ناانصافی اور دھاندلی کہ الامان! حالانکہ اہل سرحد کی ضرورت محض ۱۰،۷۶۲ کیوسک پانی ہے جس سے ۱۵ لاکھ ایکڑ کے قریب اراضی سیراب ہو گی اور اس سے جو غلہ وغیرہ پیدا ہو گا وہ پورے صوبہ کے لیے کافی ہو گا اور صوبہ انشاء اللہ مکمل طور پر خودکفیل ہو جائے گا لیکن شاید ہمارے ارباب اقتدار اس غریب صوبہ کو اس کے جرم حق گوئی کی پاداش میں خودکفیل دیکھنا نہیں چاہتے۔

بھٹو صاحب نے ساتھ ہی چشمہ رائٹ بینک کینال بنانے کا اعلان کیا ہے۔ اور اس طرح یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بس اب ہم اہل ڈیرہ کو نہال کر دیں گے۔ حالانکہ ڈیرہ کے لیے پانی کی دو سکیمیں یعنی چشمہ رائٹ بینک کینال اور ٹل سکیم ایوبی دور سے موجود ہیں۔ اور ان سکیموں میں شامل ہیں جنہیں ۱۹۶۲ء کے آئین میں تحفظ دیا گیا تھا۔ اور بھٹو صاحب سے بہتر کون جانتا ہے کہ کسی چیز کو آئین میں تحفظ مل جانے کا کیا مفہوم ہے؟ پھر ۱۹۷۲ء کے عبوری آئین اور ۱۹۷۳ء کے مستقل آئین جس کے سبب آنجناب وزارتِ عظمیٰ کی گدی پر براجمان ہیں، میں بھی ان دونوں سکیموں کو باقاعدہ تحفظ حاصل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سارے آئین کی طرح ان سے متعلقہ دفعات بھی بے عملی کا شکوہ کر رہی ہیں اور آپ کہیں کہ اب ہم بنائیں گے؟

آپ کی کرم فرمائیوں کا تو یہ عالم ہے کہ آپ نے مردان کی تحصیل صوابی کے لیے بننے والی نہر پہور کینال جس کے لیے تربیلا سے مستقل سرنگ بھی بن چکی تھی پر کام رکوا دیا اور اس طرح اہل سرحد پر ایک اور احسان کیا۔

اس کے علاوہ بھٹو صاحب نے جمعیۃ نیپ حکومت کے سلسلہ میں اظہارِ خیال کیا اور فرمایا کہ ہم نے انہیں خود وزیر اعلیٰ مقرر کیا لیکن چونکہ وہ انتظامیہ چلانے کے اہل نہ تھے اس لیے انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

حالانکہ بھٹو صاحب خوب جانتے ہیں کہ سرحد و بلوچستان میں انہوں نے حکومتیں نہیں دیں بلکہ ہمارا حق تھا جسے ہم نے حاصل کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری کے باوصف ہمیں کام نہ کرنے دیا اور بالآخر حق چھین کر ہی چین لیا۔

اہلیت و نا اہلیت کا جہاں تک تعلق ہے تو ہمیں فخر ہے کہ ہم نے ایک دن بلکہ ایک گھنٹہ کے لیے بھی امتناعی قوانین کا سہارا نہیں لیا اور نہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جس سے عوام کے بنیادی حقوق پر زد پڑتی ہو اور پھر اگر یہی بات ہے جو بھٹو صاحب کہہ رہے ہیں تو انہوں نے میرے استعفیٰ کے بعد خود بھی اور دوسرے ذرائع سے بھی اس کی سر توڑ کوشش کیوں کی کہ میں استعفیٰ واپس لے کر پھر سے ذمہ داریاں سنبھال لوں کس اہلیت کی غمازی کرتا ہے ؟

بھٹو صاحب ڈیرہ کے عوام پر اظہار افسوس کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسے شخص کو اپنا نمائندہ چنا ؟ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ڈیرہ کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور نہ ہی ڈیرہ کے عوام کو افسوس ہے بلکہ بھٹو صاحب اپنی شکست پر اتنے جز بز ہیں کہ آج چھ سال کے بعد بھی انہیں یہ چیز چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ باقی ڈیرہ کے عوام کے ایک بار پھر فیصلہ کا وقت قریب ہے بشرطیکہ انتخاب آزادانہ ہوئے۔

بھٹو صاحب نے اس تقریب میں ہم لوگوں پہ اسلام کا نام استعمال کرنے کا الزام لگایا۔ حالانکہ جو ملک اسلام کے نام پر بنا اور جس کا آئین بقول بھٹو صاحب اسلامی ہے۔ اور خود اپنی پارٹی کی تثلیث میں "اسلام ہمارا دین ہے" موجود ہے انہیں ہمیں یہ الزام دینے کا حق نہیں۔ اور پھر اسی تقریر میں قادیانیت کے مسئلہ پر گفتگو کرنا اسلام کے نام کو بلیک میل کرنے کے مترادف نہیں ؟ حالانکہ وہ خود جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ انہوں نے نہیں حل کیا بلکہ عوام کی متحدہ قوت نے حل کروایا۔ اور اب اس آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کو مسلسل ٹالا جا رہا ہے اور وہ حکومت ٹال رہی ہے جو اپنے سیاسی حریفوں کو شکنجہ میں کسوانے کے لیے بہت کچھ کر گزرنے میں بڑی حساس اور تیز رو واقع ہوئی ہے۔

جہاں تک نیپ کا تعلق ہے اس سے دوستی کے اگر ہم مجرم ہیں تو بھٹو صاحب کا خود اپنے متعلق کیا خیال ہے جنہوں نے نیپ پر عائد کردہ پابندی واپس لی۔ یہ الگ بات ہے کہ جب وہ بہادر لوگ شیشہ میں نہ اتارے جا سکے تو پھر ان پر پابندی عائد کر دی اور پابندی عائد کرنے کے بعد اندرون خانہ مصالحت کی کوششوں سے کون واقف نہیں ہے ؟ اور نیپ کے بعض افراد جو آنجناب کے دست مبارک پر بیعت کر چکے ہیں وہ تو تمام جرائم سے پاک اور جو اب تک اصولوں پر قائم ہیں وہ ہر جرم میں ملوث ؟

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی
جو تیرگی میرے نامۂ سیاہ میں ہے

ایک ایسا خاندان جس کی آزادی کے لیے بے پناہ قربانیاں ہیں اس کے ۹۰ سالہ بوڑھے بزرگ سے لے کر معصوم بچوں تک کو جیل میں ڈال کر ان کے متعلق لب کشائی کرنا اور پھر اس خاندان کی قابل صد احترام مستورات کے متعلق اظہارِ خیال ہمارے ہی ملک کی سیاست کا شاہکار ہے۔ خدا ہمارے حال پر رحم کرے۔

بہرحال بھٹو صاحب سے گزارش ہے کہ آپ کو مناظرہ بازی اور مقابلہ کا بڑا شوق ہے تو ذرا پابندی ہٹا کر بات کریں پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ ۲ اور ۲ کا مجموعہ ۴ ہوتے ہیں پانچ نہیں۔

شذرات

مولانا حق نواز پھر جیل میں

جمعیۃ علماء اسلام ضلع جھنگ کے بہادر اور جی دار رہنما ۷۶/۸/۱۸ کی صبح مسجد پپلاں والی سے صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کے وقت گرفتار کر کے ایک ماہ کے لیے جیل بھیج دیے گئے۔

ہماری معلومات کے مطابق محلہ چنداں والا میں شیعہ حضرات نے بعض ایسی حرکات کیں جو باعث اشتعال تھیں لیکن جب سنی اکثریت نے (یاد رہے کہ محلہ خالص سنی اکثریت کا ہے) حدود کے اندر رہ کر احتجاج کیا تو بجائے حالات کو بہتر بنانے کے شیعہ حضرات نے پھر وہاں جلوس نکالا جبکہ کوتوال شہر موجود تھا۔ اور جلوس کا لائسنس تک نہ تھا۔ اس پر شہر کے تین صد کے قریب حضرات کا وفد ڈی۔سی سے ملنے گیا تو بطور نمائندگی پانچ آدمی اندر گئے۔ اس موقع پر بن بلائے مہمان کے طور پر جھنگ کا ایک ایم۔پی۔اے بھی موجود تھا۔ جو اپنی جماعت اور اپنے ووٹروں سے منہ پھیرنے کے باعث کسی عزت و احترام کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔

اس موقعہ پر مولانا حق نواز نے جب گفتگو کی تو ایم۔پی۔اے صاحب نے بیچ میں مداخلت شروع کر دی جس پر مولانا نے احتجاج کیا اور کہا کہ ہم ڈی۔سی صاحب سے مخاطب ہیں آپ سے نہیں۔ اور ڈی۔سی صاحب نے اس قسم کی گفتگو کی جس سے علماء کی اہانت کا پہلو نکلتا تھا اور مزید یہ کہ انہوں نے بجائے معاملات کو سلجھانے کے الٹا ناروا رویّہ اختیار کیا۔ ہر چند کہ مولانا حق نواز نے انتہائی شائستگی سے گفتگو کی لیکن وقتی حاکمانہ اختیار کے پیشِ نظر ڈی سی صاحب نے ان کی نظر بندی کے احکام جاری کر کے شہر میں ایک اشتعال کی صورت پیدا کر دی ہے۔

ذمہ دار دوستوں کے ذریعہ یہ معلومات ہم تک پہنچیں تو ہم سکتے میں رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اس پُر آشوب دور میں ایک فرقہ کی طرف سے اور پھر انتظامیہ کی طرف سے اس قسم کا رویّہ کس بات کا غمّاز ہے۔

خدام الدین اتحادِ ملی کا نقیب ہوتے ہوئے شیعہ حضرات سے گزارش کرے گا کہ وہ عقل کے ناخن لیں اور حکومت سے اس قسم کے افسران کا محاسبہ کرنے کی گزارش کرتا ہے۔

انتقال پُرملال

جامعہ مدنیہ لاہور کے منتظم اور ماہنامہ انوارِ مدینہ کے مینجر جناب محترم ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء بروز اتوار انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ نہایت دیندار، شریف و خلیق اور متواضع انسان تھے۔ ضلع بجنور (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔ کوئی پانچ سال تک جامعہ مدنیہ میں انتظامی امور بڑے تندہی سے انجام دیے ۷۵-۷۶ برس کے پیٹے میں ہونے کے باوجود ان میں جوانوں کی سی ہمت اور جوانوں کا سا حوصلہ تھا۔ وہ ہر چھوٹے بڑے سے نہایت اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے، ان کی بلندیٔ اخلاق، خوش طبعی اور ظرافت کے باعث ہر شخص ان سے مانوس تھا اور سب ہی تکریم و تعظیم کرتے تھے۔ آج جب وہ اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے ان کے جاننے والوں خصوصاً جامعہ مدنیہ کے ہر فرد کو ان کی جدائی کا شدت سے احساس ہے۔

پسماندگان میں اہلیہ، دو لڑکے، ایک بھائی اور پوتے پوتیاں ہیں۔

صالح و فرمانبردار صاحبزادگان نے دورانِ علالت مرحوم کی قابل تقلید و تحسین خدمت کی۔ جس کا انہیں حق تعالیٰ کے یہاں سے بیش از بیش اجر ملے گا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ماسٹر صاحب کو سکھ اور چین سے رکھے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور صالحین کے ساتھ محشور فرمائے اور ان کے تمام پسماندگان کو اس صدمہ پر صبر و ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔ حضرات قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ادارہ خدام الدین ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

خطبۂ جمعہ

عالم اسلام کے نامور مفکر، قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب زید مجدہم قائد پارلیمان متحدہ حزب اختلاف ان دنوں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کے جاری کردہ دورہ تفسیر کی کلاس کو شیرانوالہ لاہور میں اسباق پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے ۱۳ اگست ۷۶ء کو مسجد شیرانوالہ کے عظیم اجتماع سے جو ولولہ انگیز خطاب فرمایا اس کی رپورٹ پیش خدمت ہے (علوی)

ضبط و ترتیب: ادارہ

بعد الحمد والصلوٰۃ: اما بعد!

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم:

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

(صدق اللہ العلی العظیم)

انسانیت خسارے میں

میں نے آپ کے سامنے قرآن حکیم کی ایک چھوٹی سی سورت تلاوت کی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھائی اور قسم اٹھا کر فرمایا کہ انسان خسارے میں ہے۔ ہاں جن لوگوں میں یہ چار خوبیاں ہوں گی جن کا اس سورۃ میں تذکرہ ہے۔ وہ لوگ خسارے سے بچے ہوتے ہیں۔

چار خصلتیں

وہ چار کون سی صفتیں ہیں جن کی وجہ سے انسان خسارے سے محفوظ رہتا ہے؟

سب سے پہلے ایمان کی صفت! اس کے دل میں ایمان ہو، اس کے قلب میں یقین بھرا ہوا ہو۔ وہ یقین کے ساتھ یہ سمجھتا ہو کہ دین اسلام تمام ادیان کے مقابلہ میں بہتر دین ہے۔ اسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین انسانیت کی رہنمائی کے لیے پیش فرمایا ہے۔ اس سے برتر کوئی نظام کوئی دین نہیں ہے۔ وہ دل کی گہرائیوں سے مانے کہ انسان کی ترقی، اس کی بھلائی، اس کا خیر صرف اسی میں مضمر ہے کہ وہ دین اسلام کی پیروی کرے۔

دوسری خصلت — اچھے اعمال

اس یقین کے بعد اس کے اعمال بھی درست ہوں وعملوا الصّٰلحٰت۔ وہ نیک اعمال کرنے والا ہو اور برے اعمال سے پورے طور پر مجتنب رہے۔ برے کاموں کے قریب نہ جائے۔ اور نیکیوں کو اپنائے، عمل بھی درست ہو۔ یقین و اعتبار کے لحاظ سے بھی وہ مسلمان ہو اور عمل کے اعتبار سے بھی وہ ایک سچے مسلمان کا کردار ادا کرتا ہو۔

تیسری خصلت: دوسروں کو حق پر چلانا

اور صرف یہ نہیں کہ خود اس کا ایمان اور اس کا عمل درست ہو بلکہ وہ دوسروں کو بھی حق کے راستہ پہ چلانے کی کوشش کرے۔ وتواصوا بالحق۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انفرادی زندگی کی بھی اصلاح کرتا ہے اور اجتماعی طور پر بھی وہ ایک انتہائی بہتر نظام ہے۔ اجتماعی نظام اس وقت بہتر ہو سکتا ہے جب ہم اجتماعی طور پر ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہیں اور حق پر لوگوں کو جمع کرتے رہیں۔

چوتھی خصلت: تواصی بالصبر

حق پر چلنا، صراط مستقیم پر چلنا، حق کی بات

کہنا یہ بڑی مصیبتوں کو دعوت دینا ہے۔ ایک آدمی کتنا ہی انفرادی زندگی کے اعتبار سے بہتر ہو لیکن اگر وہ حق کی تلقین نہیں کرتا، دوسروں کو راہ حق پر چلانے کے لیے کوشش نہیں کرتا۔ انفرادی زندگی صحیح طریق سے گذارنا یہ مشکلات کو دعوت نہیں دیتا اس سے مصیبتیں نہیں آتیں بلکہ لوگ الٹا اس کی قدر کرتے ہیں، اس کا احترام کرتے ہیں۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کا موازنہ

جناب نبی کریم علیہ السلام کی حیات طیبہ پر آپ نظر ڈالیں۔ ۴۰ برس آپ نے بڑی محتاط اور محفوظ زندگی بسر کی۔ آپؐ نبوت سے پہلے بھی معصوم تھے اور نبوت کے بعد بھی معصوم رہے، اللہ تعالٰی نے خصوصی طور پر آپؐ کی حفاظت فرمائی تھی۔ ۴۰ برس میں نبوت سے قبل بھی آپؐ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ ہر ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ آپ خطا، عصیاں اور گناہوں سے نبوت سے پہلے بھی محفوظ تھے بڑی اچھی محتاط اور پاک زندگی تھی۔ انفرادی زندگی میں عمل صالح یہ ان کا کردار تھا۔ تو اس وقت کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی بلکہ مکہ کے لوگ قریش آپ کی بے حد عزت کرتے، بے حد احترام تھا، اور آپؐ کو "امین، صادق" کہا جاتا تھا۔ لیکن یہ بزرگ بے حد پاک زندگی بسر کرنے والے جب انہوں نے نبوت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور اللہ تعالٰی نے انہیں لوگوں تک احکام پہنچانے کا حکم دیا اور فرمایا۔ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ — اپنے قریبی خاندان کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔ یہ شرک کیوں کرتے ہیں، رسومات جاہلیت میں کیوں پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں ڈراؤ خدا کے عذاب سے۔ اور جب اللہ نے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ اب بیٹھنے کا وقت نہیں، اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ۔ تو آپؐ اٹھے، آپؐ نے اپنی قریبی خاندان کے لوگوں کو آپؐ نے عبد مناف کے لوگوں کو، بنو ہاشم کو، بنو مطلب کو، بنو نوفل کو، بنو عبد شمس کو، یہ سارے آپؐ کے خاندان کے لوگ تھے۔ ان کو اکٹھا کیا اور آپؐ نے ان کے سامنے کلمہ حق بلند کیا، انہیں حق کی وصیت کی اور ان سے فرمایا۔

قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ تفلحون۔

کہو تم کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ تم کامیاب ہو جاؤگے۔ تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ تم اللہ کی توحید مطلق کا اقرار کرو۔ اور اللہ کے سوا کسی کے آگے مت جھکو۔

تو میرے دوستو! وہی امین، صادق جن کے راستہ میں پھول نچھاور کئے جاتے ہیں۔ اب ان کے لیے کانٹے تھے۔ پتھر مارے جاتے ہیں، بدن لہولہان ہو جاتا ہے۔ سر سے پاؤں تک جسم زخمی ہو جاتا ہے۔ اب مجنون کہا جاتا ہے، پتہ نہیں کن کن القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

اجتماعی زندگی اور نبوی تکالیف

انفرادی زندگی میں طاعت و خیر کی زندگی تھی کسی نے بھی آپؐ کی زندگی پر حرف زنی نہیں کی۔ لیکن جب آپؐ ادھر آئے اور دوسروں کو تلقین کرنے لگے، حق کی وصیت کرنے لگے وتواصوا بالحق کے مصداق بنے۔ تو اپنے بھی آپؐ کے دشمن ہو گئے۔ چنانچہ آپؐ کے چچا ابولہب (حقیقی چچا) انہوں نے اسی مجلس میں آپؐ کو آپؐ کی اس وصیت بالحق کے بعد کیا جواب دیا؟

حقیقی چچا کی زیادتیاں

اس نے کہا تَبًّا لَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا۔ کاش بدبخت۔ اس نے کہا کہ خدا تمہیں ہلاک کرے، تم نے اس لیے ہمیں بلایا تھا۔ اپنا چچا دشمن بن گیا اور اللہ نے آیت نازل کی تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ

قرآن کریم میں ابولہب کی ہلاکت کی آیت اتری۔ آپ نے اندازہ لگایا کہ کلمۂ حق دوسروں کے سامنے کہنا۔ یہیں سے مشکلات کے دروازے کھلتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اجتماعی زندگی

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب

نبوت کی ذمہ داریوں کے بعد اپنے باپ کے پاس گئے : اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً کہ ابا تم نے بتوں کو خدا بنا رکھا ہے ؟ جب اسے اللہ کی توحید کی دعوت دی تو اپنا باپ کہتا ہے ۔ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۔ کہ میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا ۔ نکل جاؤ یہاں سے ، کافی دیر تک میرے سامنے مت آؤ ۔ آخر کیا بات تھی ؟ ابراہیم علیہ السلام نبی تھے ۔ نبوت سے پہلے انہوں نے بھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا ۔ ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ، لوگ انہیں جانتے تھے ۔ جب کہ ایک عید پر لے جانا چاہتے تھے ۔ وہ نہیں گئے ۔ عذر کر دیا ۔ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۔ بیمار نہیں تھے ۔ جسمانی بیماری نہ تھی ۔ روحانی مریض تھے ۔ یعنی میری روح کو تکلیف ہو رہی ہے تمہارے مشرکانہ اعمال سے میری روح میں انقباض ہے ، گھٹن ہے اسی کو بیماری سے تعبیر کیا ۔

اور اس کے بعد جب وہ چلے گئے تو صنم خانہ میں جا کر تمام بت توڑ ڈالے اور ایک بڑا بت تھا اس کو چھوڑ دیا بلکہ حکمت سے کام لیتے ہوئے اس بڑے کے ذمہ ڈالنے کا فیصلہ کر لیا اور کلہاڑا اس کے گلے میں ڈال دیا ۔ واپسی پر خداؤں کا جو حشر دیکھا ، میرے خیال میں اتنی بات کافی تھی کہ جو خدا اپنے کو نہیں بچا سکتا وہ تمہیں کیا بچائے گا ؟ اور ان کا عقیدہ یہی تھا کہ ہمارے نفع اور ضرر کے مالک وہی ہیں ۔

آج کے دور اور اعمال جاہلیت

اور آج بھی ایسی بات نہیں کہ ہم آپ کو بہت دور لے جائیں ۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو پتھروں اور مٹی سے اور قبروں سے نفع و ضرر کی امید وابستہ رکھتے ہیں اور اس قسم کی باتوں میں مبتلا ہیں ۔ بالکل یہاں بھی مسئلہ واضح ہے ۔ بس یہی بچانے والے ہیں ، ان کا تقرب حاصل کرو ، دولت ملے گی ، بچے ملیں گے ، بیوی ملے گی ۔ سب کچھ یہیں سے ملے گا اس عقیدہ کے ساتھ لوگ جاتے ہیں ۔

ابراہیم علیہ السلام کا مواخذہ

اس کے بعد ان کا محاسبہ ہوا ، اور کہا ۔ مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰاِبْرَاهِيْمُ ۔ انہوں نے فرمایا ۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ۔ یہ جو ان کا بڑا ہے اسی نے کیا ہو گا ؟ تو ان کے منہ پر تھپڑ رسید کیا ۔ اور وہ بھی جانتے تھے کہ یہ بڑا یہ کام نہیں کر سکتا ۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۔ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو ؟ یہ اپنا قاتل نہیں بتا سکتے ؟ یہ بتا دیں گے کہ ہمیں کس نے مارا ؟ یہ دوسرا تھپڑ مارا ۔ لیکن جب آدمی دیوانہ ہو جاتا ہے اس کی عقل ماری جاتی ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ۔

ابراہیم علیہ السلام کیلئے سزا اور قدرت کی کرم نوازی

سب نے جمع ہو کر ان کے لیے مشکلات پیدا کیں محض اس لیے کہ انہوں نے حق کی بات کہی اور کہا کہ جلاؤ ان کو حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو ۔ طریق یہ ہے کہ خدا مدد کرتا ہے لیکن یہاں بندے خداؤں کی مدد کر رہے ہیں آگ جلانے کا فیصلہ ہوا اور جلائی گئی ۔ سخت آزمائش کا وقت تھا ۔ آپ کو اس آگ میں پھینکا گیا ۔ فرشتے نے آ کر ان کی مدد کو کہا ۔ لیکن آپ نے فرمایا میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے مجھے تیری مدد کی ضرورت نہیں ، یعنی جب ایک سمیع بصیر قدیر خدا موجود ہے ۔ گویا ابراہیم علیہ السلام کو کامل یقین ہے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے ، میری باتیں سن رہا ہے اور ہر بات پر قادر ہے اور پھر یہ کہ یہ سب اس کے لیے ہے تو بس وہ میری امداد کرے گا ۔ چنانچہ وہی ہوا ۔ جب انہوں نے آگ میں پھینکا تو اوپر سے آگ کو حکم آیا ۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے کہا یہ نہیں کہ میں نے کہا کیونکہ وہ بہت بڑی قدرت والا ہے اس لیے "ہم" کہتا ہے۔

"اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا" یعنی بہت ٹھنڈا بھی نہ ہوتا کہ ابراہیمؑ کو ٹھنڈک سے تکلیف پہنچے۔ چنانچہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔

بہرحال مقصد میرا یہ ہے کہ جب آدمی حق کی بات کہتا ہے، کلمہ حق بلند کرتا ہے تو پھر اسے ہزاروں قسم کی مشکلات اور مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، انفرادی زندگی میں جتنے نیک ہو ٹھیک ہے آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا لیکن جونہی آپ نے دوسرے سے کہا کہ خدا سے ڈر تو وہ مشتعل ہو جائے گا، تکلیف پہنچانے پر آمادہ ہو جائے گا۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم علیہ السلام کو فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کہ آپ ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں حکمت کے ساتھ، دانائی [illegible] کیا حضور علیہ السلام سے زیادہ دنیا میں کوئی حکمت [illegible] لوگوں کو بلا سکتا [illegible]؟

سب سے بڑا حکیم

میں سمجھتا ہوں کہ عالم انسانیت میں نبی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی حکیم نہیں، کوئی دانا نہیں۔ ان کی حکمت، ان کی دانائی کا کیا مقام ہے؟ لیکن اس کے باوجود وہ لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق کی بات خواہ وہ کتنی ہی دانائی سے کہی جائے جب بھی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔ مصیبتیں آجاتی ہیں۔ اسی لیے سورہ کے آخر میں فرمایا۔ وتواصوا بالصبر۔ کہ حق پر ایسا ہو گا تو پھر صبر و استقامت کی تلقین ہو، صبر و استقامت سے برداشت کرو۔

نبی علیہ السلام کے خدام

جناب نبی کریم علیہ السلام تو نبی تھے خدا کے حکم سے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی ذمہ داری اور آپ کا مشن تھا۔ لیکن آپ کے ساتھ جو دوسرے لوگ متعلق ہوئے ان پر کتنی تکلیفیں آئیں؟ آخر ان کا کیا قصور تھا؟ یہی کہ انہوں نے خدا کے نبی کی بات کی تصدیق کی اور کہا کہ ان کی بات صحیح اور سچی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بھی مصائب آئے۔

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مصائب

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کی والدہ حضرت سمیہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا خاندان مصائب میں مبتلا ہے۔ ابوجہل نے مکہ میں جب کہ ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی اور مسلمان انتہائی نرمی سے بات کرتے۔ ایسے میں ابوجہل اور اس کے رفقاء کا مقابلہ بہت مشکل تھا۔ خدا نے بھی ابھی حکم دیا تھا۔ اس کے باوجود ابوجہل ملعون نے اونٹ پر جب سوار تھیں، نیزہ مارا اور ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا خدا اس کو ذلیل کرے انتہائی ملعون تھا وہ شہید ہو گئیں۔

اسلام کی پہلی شہیدہ

اَوَّلُ شَہِیْدَۃٍ فِی الْاِسْلَامِ۔ اسلام میں پہلی شہید عورت ہے یعنی حضرت سمیہ رضؓ

اسلام میں مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے جس کو شہادت ملی وہ ایک عورت تھی جو کمزور تھی اس صنف پر ہر ایک رحم کھاتا ہے۔ لیکن اس ظالم ملعون نے محض اعلاء کلمہ حق کے جرم میں اسے شہید کر دیا۔

غلاموں سے ناروا سلوک

میرے دوستو! اس زمانے میں غلام بھی تھے کمزور، ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ وہ انسانیت کھو چکے تھے، ان کو منڈیوں میں بیچا تھا۔ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف سردار قریش کے غلام تھے۔ بڑی تکلیف اٹھائی۔ گرم سنگریزوں پر اساڑھ کے ماہ میں لٹایا جاتا

اور سینہ پر بھاری پتھر رکھے جاتے وہ بے ہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتی تو سوال کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ایک غلام کے متعلق ان ظالموں کے دل میں رحم نہ تھا۔ حالانکہ مقابلہ کے لیے برابری ضروری ہے تاکہ مقابلہ کا مزہ تو آئے۔ لیکن غلام اور اپنا غلام اس سے یہ زیادتی؟ کس جرم میں؟ کوئی جرم نہیں محض لا الٰہ جرم تھا۔ اور وہ امیہ بن خلف جو حضرت بلالؓ کا مالک تھا حضرت بلالؓ ان کے غلام تھے۔ انہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے امیہ سے خرید کر کے آزاد کرایا۔

اسلام اور غلام

پھر اسلام میں ان کا جو مقام تھا اس کی کیا شان ہے۔ وہ حضور علیہ السلام کے مؤذن تھے حضور کا مؤذن ہونا کوئی معمولی بات [illegible]۔ اور جناب عمر فاروقؓ جب ان کو دیکھتے تو [illegible] جاء سیدنا بلال ہمارے سردار بلال [illegible] گئے۔ غلامی سے اسلام کے بعد کتنا مقام بلند ہوا؟

حضور علیہ السلام کی صداقت

غزوہ بدر میں جب مقابلہ ہوا تو مشرکین کی طرف سے ابوجہل اور امیہ بن خلف سب آئے تھے۔ اور ابوجہل اس کو زبردستی لایا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ انصاری صحابی ان کی امیہ بن خلف سے پرانی دوستی تھی، آنا جانا تھا۔ ایک دن سعد بن معاذ مکہ گئے مسلمان ہونے کے بعد اور ان کے گھر ٹھہرے تو ابوجہل وہاں آ گیا اور کہا کہ جو لوگ یہاں سے دین چھوڑ کر نکلے تھے ٹھکانہ دیا؟ حضرت سعد نے کھرے کھرے جواب دیے تو امیہ بن خلف نے انہیں روکا کہ ہمارے سردار سے باتیں مت کرو۔ انہوں نے کہا۔ چھوڑو تمہارا بڑا؟ فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم امیہ کو قتل کریں گے۔ وہ دل میں ڈر گیا کہ وہ سچا آدمی ہے ہو نہ ہو ایسا ہو کر رہے گا۔ بدر کی لڑائی میں جاتے ہوئے ابوجہل نے اصرار کیا کہ چلو، اس کی بیوی نے کہا کہ یثربی بھائی نے جو بات کی تھی وہ تمہیں یاد نہیں؟

امیہ نے کہا یاد تو ہے نہیں لیکن ابوجہل نہیں چھوڑتا۔ آخر اسے لے کر پہنچ گیا۔ اور بدر کے میدان میں حضرت بلالؓ کے ہاتھوں امیہ قتل [illegible] یہ وہاں سے بھاگا، بلالؓ کی نظر پڑ گئی وہ بھی [illegible] اور فرمایا کہ اگر آج امیہ نجات پا گیا تو بلال کی نجات نہیں حتیٰ کہ بھاگے اور قتل کر دیا۔

آج کا دور اور قرآن

تو حواء حق میں ایسا ہوتا ہے لیکن برداشت کرنا پڑتا ہے؟ آج بھی یہ آیات اسی طرح ہیں، صادقہ ہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اگر ہم اور ہمارے وہ دوست جو حق کی بات کہتے ہیں۔ اگر ایک باطل نظام کو ایک ظلم کے نظام کو، ایک غیر اسلامی نظام کو درست کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں، اس کی اصلاح کے لیے چلتے ہیں تو مشکلات ہوں گی اگر ایسا [illegible] تو شاید پاکستان میں ان سے اچھے اور شریف [illegible] نہیں ہوتے۔ ایک آج مصائب ہیں، مشکلات ہیں، جیل [illegible] ہیں۔ جائیدادوں کی ضبطی ہے؟ کیا کچھ ہے؟

چودھری ظہور الٰہی صاحب

آپ بتلائیں کہ چودھری ظہور الٰہی صاحب نے کیا گناہ کیا؟ کس گناہ میں پکڑے گئے؟ کہتے ہیں کہ فلاں ہوٹل میں پاکستان کے خلاف باتیں کیں، حالانکہ وہ مسلم لیگی ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ ہم پاکستان کے خالق ہیں؟ وہ پاکستان کے خلاف باتیں کر سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ کسی مسلم لیگی کے خلاف یہ کہنا کہ اس نے پاکستان کے خلاف بات کی یہ خود پاکستان کے خلاف ہے۔

دریاؤں اور پہاڑوں کی بغاوت

یہ جیل خانے جو بھرے ہوئے ہیں ان میں جو لوگ ہیں انہوں نے کیا جرم کیا؟ ان کا صرف یہ گناہ ہے۔ کہ انہوں نے سچی بات کہی۔

میں نے اسمبلی میں بجٹ کی تقریر میں یہ بات کہی

تھی کہ جب حکمران ظالم ہوتے ہیں تو دریا بھی بغاوت کرتے ہیں، پہاڑ بھی بغاوت کرتے ہیں۔ ۱۲ ارب روپیہ قوم کا تربیلا بند پر خرچ ہوا لیکن وہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس کے سرنگ اور ٹوٹ چکے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ ہم نے اپوزیشن [illegible] والوں نے تو انہیں نہیں اکسایا؟

ظالم اور عادل حکمران

قاعدہ یہ ہے کہ جب حکمران ظلم کرتا ہے تو دنیا کی ہر چیز اس کے خلاف بغاوت کرتی ہے اور جب حکمران عادل ہوتا ہے تو تمام کائنات اس کا حکم مانتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ اور زلزلہ

جناب عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں زلزلہ آیا۔ لوگ ڈر گئے۔ آپ نے دُرّہ اٹھایا اور زمین پر دے مارا۔ اور زمین کو حکم دیا کہ ٹھہر جا، حرکت بند کر دے۔ کیا عمرؓ نے تیری پیٹھ پر ظلم کیا؟ زمین نے حرکت بند کر دی۔ کیا مجال تھی کہ زمین امیر المومنین کا حکم نہ مانتی؟ وجہ ظاہر ہے کہ وہ عادل تھے۔

وزیر خارجہ کی ناراضی

تو ہمارے وزیر خارجہ بہت ناراض ہوتے اور آخر میں جوابی تقریر میں فرمایا کہ میں کیا کروں، یہاں پر ایسی ایسی غلط باتیں کہی جاتی ہیں۔ یہ ہم پر فتوے لگاتے ہیں۔ میں نے کہا غلط بات نہیں۔ بالکل صحیح بات ہے۔

کمزور ایمان

تو میں نے کہا ان الانسان لفی خسر کہ اللہ نے انسان کے نقصان میں ہونے کی قسم کھائی۔ اور فرمایا۔ الا الذین امنوا الآیہ مگر یہ لوگ بچ جائیں گے لیکن یہاں پر ایمان اور یقین بھی اتنا کمزور ہے کہ بس توبہ بھلی۔ اتنا کمزور ہے کہ دل میں وہ بھی نہیں۔ ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر [illegible] بمومنین۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں۔

ایمان کا تعلق

ایمان کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں۔ اَلَّذِیْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم منہ سے ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں بلکہ
یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ صرف لوگوں سے سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اسلام کا نام لیتے ہیں۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ خدا ان [illegible] کو اور بڑھا رہا ہے، ان کا امتحان لے رہا ہے۔ [illegible] طرف سیدھے سیدھے آؤ۔ سیدھے سیدھے اسلام کی طرف کیوں نہیں آتے؟ کیا اسلام مشکل ہے؟ بھاری ہے؟ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

اَلدِّیْنُ یُسْرٌ

کہ دین آسان ہے — یہ کہتے ہیں دین مشکل ہے اور ہمیں یقین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ہے، ان کی بات جھوٹی ہے — یہ تو ہے ان کے اعمال کا معاملہ —

یار لوگ اور ان کا کردار

نیک کاموں کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ بھی بہت کرتے ہیں یعنی جن لوگوں کو عوام کی عزتوں کا محافظ ہونا چاہیے تھا وہ خود عوام کی عزتیں لوٹتے ہیں۔

حق کی بات یہ کیا کریں گے یہ تو حق کہنے والوں کو دباتے ہیں کہ تم بھی حق مت کہو۔

دو فرقے

لیکن میں بتانا چاہتا ہوں کہ قدیم سے دو فرقے اہل حق و اہل باطل آئے اور رہے۔ اہلِ باطل کے مقابل اہل حق ہمیشہ رہے اور آج بھی ہیں اور رہیں گے ان کو دبا نہیں سکتے۔ آگ میں پھینک دو، پھانسی کے تختہ پہ لٹکا دو وہ حق کہیں گے، توپ کے دہانے پہ کہیں گے۔ یہ کون سی بات ہے۔ کہ تم سمجھتے ہو کہ ہم ہوں گے، یہ نہیں ہوں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ ہم ہوں گے تم نہیں ہوگے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ كَانَ زَهُوقًا۔
باطل بھاگتا ہے حق نہیں بھاگتا۔ بلکہ حق آتا ہے۔ اور باطل جاتا ہے۔

آپ لوگ

بہر حال آپ لوگ یہ ضرور فیصلہ کر لیں، مجھے شکایت ہے کچھ لوگوں سے۔ یہ جو عذاب آتے ہیں، ان میں حکمرانوں کا بھی ہاتھ ہے اور قوم کا بھی۔ قوم میں شعور نہیں چڑھتے سورج کی پوجا کرتی ہے۔ خوشامدی ہے۔ خدا کے لیے ایسا چھوڑ دو۔ یہ آج ہے کل نہیں ہوگا طلوع و غروب کا عمل جاری ہے۔ چند ٹکوں کی خاطر، دنیوی مفادات کی خاطر غلط کام کرنا، غلط طرزِ عمل اختیار کرنا۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ قوم نہیں بچے گی

انابت الی اللہ

روتے ہیں کہ سیلاب آ گیا، بارشیں آ گئیں۔ ان سب کا ایک ہی علاج ہے کہ خدا کی طرف رجوع کرو تم خدا کے ہو جاؤ خدا تمہارا ہو جائے گا من کان للہ کان اللہ لہٗ۔ حدیث نبوی ہے۔ یہ غریب بیچارے لوگ ہیں، ہمیں ان سے ہمدردی ہے لیکن انہیں بھی خدا یاد نہیں آتا۔ اب بھی نماز نہیں پڑھتے۔ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ ان کے دلوں پر تالے ہیں۔ ان کے اعمال اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھے۔ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ انشاء اللہ حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔

آج آپ کی اور آپ کی حکومت کی جو حالت ہے اس سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح راستہ پر چلائے۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

اعتقاد
کا صحیح رکھنا
اصول دین میں سے ہے

شیخ عمر الدین، میرپور خاص سندھ

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:
شریعت کے دو جز ہیں: عملی اور اعتقادی۔
جزو اعتقادی تو "اصول دین" میں سے ہے اور عملی فروعِ دین میں سے ہے۔ اعتقاد پر ایمان نہ رکھنے والا نجات والوں میں سے نہیں، اور آخرت کے عذاب سے خلاصی اس کے حق میں متصور نہیں ہے۔
جس شخص کے اعمال مفقود ہوں۔ اس کی نجات کا احتمال ہے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سپرد ہے۔ اگر چاہے گا تو معاف فرما دے گا اور اگر چاہے گا تو گناہوں کے بقدر عذاب دے گا ہمیشہ دوزخ میں رہنا "اعتقاد کے نہ ماننے والے" اور "ضروریات دین" کے منکر کے لیے مخصوص ہے۔ اگرچہ عمل نہ کرنے والا عذاب بھگتے گا۔ مگر اس کے لیے دائمی عذاب نہیں ہے۔

(از مکتوب ۱۷ - دفتر سوم)

تصوف کے بارے میں مستشرقین کا دعوٰی

مستشرقین ہمیشہ اس کوشش اور ٹوہ میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اسلام کی اہم تعلیمات کو دیگر مذاہب اور فلسفوں کا ماخذ ثابت کریں۔ چنانچہ ان کا دعوےٰ ہے کہ اسلامی تصوف مسیحیت، نوفلاطونیت، بدھ مت، ہندو فلسفہ ایرانی فلسفہ اور مانویت کا ماخذ ہے۔ اس بے بنیاد کوشش میں گولڈ تسیہر، نولڈیکی، وان کریمر، نکلسن، ڈاکٹر قاسم غنی ایرانی اور ملک الشعراء بہار ایرانی کے اسماء سرِفہرست ہیں۔

۱۔ یورپی [illegible] کا خیال ہے کہ اسلامی تصوف میں جو اونی لباس کا رواج ہے، صومعہ کی شکل میں حجروں اور خانقاہوں کا رواج ہے اور محبت الٰہی، فقر، ترکِ دنیا، ذکر و فکر اور ایثار و قناعت کا جو تعلیمات ہیں ان سب میں حضرت مسیح کی تعلیمات ہیں ان سب میں حضرت مسیح کی تعلیمات کا عکس ہے۔

۲۔ ان کا دعوٰی ہے کہ عشق اور وحدت الوجود کے جو خاص نظریات صوفیہ کے عقائد میں ہیں وہ نوفلاطونیت میں موجود ہیں، چونکہ اس فلسفہ کے نظریات اسلامی تصوف کے وجود میں آنے سے پہلے اشاعت پذیر ہو چکے تھے۔ اس لئے مسلم صوفیہ کے یہ عقائد فلسفہ نوفلاطونیت کے مرہونِ منت ہیں۔

۳۔ پروفیسر اوبری کہتا ہے کہ ترکِ دنیا، مشاغل دنیاوی سے استغناء، امورِ دنیا سے بے فکری اور بے پروائی بدھ مت سے اسلامی تصوف میں داخل ہوئی ہے۔ بدھ مت کا مذہب ایران اور ماوراء النہر تک پھیلا تو اسلامی تصوف پر اثر انداز ہوا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ بلخ شہر میں بدھ مذہب کے معابد اور خانقاہوں کا پتہ چلتا ہے۔ پروفیسر گولڈ تسیہر کا کہنا ہے کہ بلخ کے امیر ابراہیم بن ادھمؒ نے بدھ مت کی طرح اس کے خیالات سے متاثر ہو کر سلطنت اور اہل و عیال کو چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی۔

۴۔ پروفیسر نکلسن کا خیال ہے کہ اسلامی تصوف میں فنا کا عقیدہ ہندو فلسفہ سے آیا ہے۔ اسلامی تصوف میں عقیدۂ فنا کے سب سے پہلے علمبردار بایزید بسطامیؒ ہیں۔ جن کو غالباً ان کے ہندی استاد بوعلی سندھیؒ سے یہ خیال ملا ہے، بوعلی سندھیؒ یقیناً ہندو فلسفہ سے متاثر نظر آتے ہیں۔

۵۔ ڈاکٹر قاسم غنی ایرانی کہتا ہے کہ اسلامی تصوف دراصل ایران پر عربوں کے غلبہ کا ردِ عمل ہے۔ ایرانیوں نے عربوں سے شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے تصوف کی بنیاد ڈالی اور مسلمانوں کے ذہنوں میں ترکِ دنیا، نفیٔ خودی اور نفس کشی جیسے سلبی خیالات داخل کر دیئے۔ پروفیسر براؤن کا خیال بھی یہی ہے کہ اسلامی تصوف کی اصل میں ایرانی فلسفہ کا عنصر موجود ہے۔

۶۔ ایران کے مشہور شاعر بہار کا خیال ہے کہ اسلامی تصوف کے بعض عناصر کا ماخذ "مانویت" ہے۔ مذہب مانی یا زند کے پیرو جب دنیا اسلام میں بدنام ہو گئے تو انہوں نے اپنے عقائد زہد اور ترکِ دنیا وغیرہ کو اسلامی تصوف کی شکل میں رائج کیا اور بڑی دانشمندی سے اپنے عقائد کا رشتہ اہل صفہ سے جوڑ دیا۔

(باقی آئندہ)

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ط

ہم نے نازل کیا ہے قرآن اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حفاظتِ قرآن

مولانا محمد تقی عثمانی
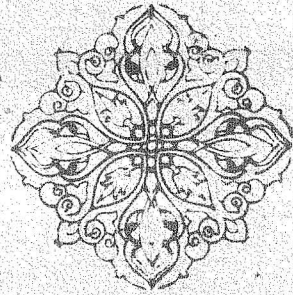
قرآن کریم چونکہ ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی رہی ہیں۔ اس لئے عہد رسالت میں یہ ممکن نہیں تھا۔ کہ شروع ہی سے اسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں یہ امتیاز عطا فرمایا تھا۔ کہ اس کی حفاظت قلم اور کاغذ سے زیادہ حفاظ کے سینوں سے کرائی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:- "ومنزل علیک کتابا لا یغسلہ الماء" یعنی میں تم پر ایک ایسی کتاب نازل کرنے والا ہوں۔ جسے پانی نہیں دھو سکے گا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تمام کتابوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ دنیوی آفات کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ تورات، انجیل اور دوسرے آسمانی صحیفے اسی طرح نابود ہو گئے۔ لیکن قرآن کریم کو سینوں میں اس طرح محفوظ کر دیا جائے گا۔ کہ اس کے ضائع ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا [۱]

چنانچہ ابتدائے اسلام میں قرآن کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا۔ شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی۔ تو آپ اس کے الفاظ کو اسی وقت دہرانے لگتے تھے۔ تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہو جائیں اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ و قرآنہ

آپ اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے خیال سے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجئے (کیونکہ) اس (قرآن) کو جمع کرنا اور پڑھوانا تو ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ قرآن کریم کو یاد رکھنے کے لئے آپ کو عین نزول وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا کر دے گا۔ کہ ایک مرتبہ نزول وحی کے بعد آپ اسے بھول نہیں سکیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ادھر آپ پر آیات قرآنی نازل ہوتیں اور ادھر وہ آپ کو یاد ہو جاتیں۔ اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک قرآن کریم کا سب سے زیادہ محفوظ گنجینہ تھا۔ جس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم و تغیر کا امکان نہیں تھا۔ پھر آپ مزید احتیاط کے طور پر ہر سال رمضان کے مہینہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے۔ اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دور کیا [۲]

پھر آپ صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم کے صرف معانی کی تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے۔ اور خود صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا شوق تھا۔ کہ ہر شخص اس معاملہ میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا۔ بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے سوائے اس کے کوئی مہر طلب نہیں کیا۔ کہ وہ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دیں گے۔ سینکڑوں صحابہؓ نے اپنے آپ کو ہر غم ماسوا سے آزاد کر کے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ قرآن کریم کو نہ صرف یاد کرتے بلکہ راتوں کو نماز میں دہراتے رہتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آتا تو آپ اسے ہم انصاریوں میں سے کسی کے حوالہ فرما دیتے تھے۔ تاکہ وہ اسے قرآن سکھائے اور مسجد نبوی میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تاکید فرمانی پڑی کہ اپنی آوازیں پست کرو تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔ [۳]

---

[۱] النشر فی القرآت العشر لابن الجزری ص ۶ ج ۱

[۲] صحیح بخاری مع فتح الباری ص ۳۶ ج ۹

[۳] مناہل العرفان ص ۲۳۴ ج ۱

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی تھی۔ اور آپ کے جسم اطہر پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ پھر آپ سے یہ کیفیت ختم ہو جاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا کسی اور چیز کا ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ لکھواتے رہتے اور میں لکھتا جاتا۔ یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کریم کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا۔ بہرحال جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے: پڑھو! میں پڑھ کر سناتا۔ اگر اس میں کچھ فروگذاشت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔

کتابت وحی کا کام صرف حضرت زید بن ثابت رضؓ ہی کے سپرد نہ تھا۔ بلکہ آپ نے بہت سے صحابہؓ کو اس مقصد کے لئے مقرر فرمایا ہوا تھا جو حسب ضرورت کتابت وحی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس تک شمار کی گئی ہے۔ [1] لیکن ان میں سے زیادہ مشہور یہ حضرات تھے:

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن سرحؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ، حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ، حضرت حنظلہ بن الربیعؓ، حضرت معیقیب بن ابی فاطمہؓ، حضرت عبداللہ بن ارقم الزہریؓ، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپؐ کاتب وحی کو یہ ہدایت بھی فرما دیتے تھے۔ کہ اسے فلاں سورت میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے [3] چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق لکھ لیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا۔ اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں۔ اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ [4]

اس طرح عہد رسالتؐ میں قرآن کریم کا ایک نسخہ تو وہ تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا۔ اگرچہ وہ کتابی شکل میں نہ تھا بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی بعض صحابہؓ کرام بھی اپنی یادداشت کے لئے قرآن کریم کی آیات اپنے پاس لکھ لیتے تھے اور یہ سلسلہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور سے جاری تھا، جس کی شہادت اس بات سے ملتی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ بن الخطابؓ اور بہنوئی حضرت سعید بن زیدؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور جب حضرت عمرؓ ان کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر غصے میں بھرے ہوئے گھر میں داخل ہوئے تو ان کے سامنے ایک صحیفہ رکھا ہوا تھا۔ جس میں سورہ طٰہٰ کی آیات درج تھیں۔ اور حضرت خباب بن ارتؓ انہیں پڑھا رہے تھے۔ [5] اس کے علاوہ متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عام طور پر اپنے پاس قرآن کریم کے مکمل یا نامکمل نسخے لکھ رکھے تھے مثلاً صحیح بخاری میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ [6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو لے کر دشمن کی زمین میں سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ نیز معجم طبرانیؒ میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قراءۃ الرجل فی غیر المصحف الف درجۃ وقراءتہ فی المصحف تضاعف علی ذلک الفی درجۃ [7]

کوئی شخص قرآن کریم کے نسخے میں دیکھے بغیر تلاوت کرے۔ تو اس کا ثواب ایک ہزار درجہ ہے اور اگر دیکھ کر کرے تو دو ہزار درجہ۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس عہد رسالتؐ میں ہی قرآن کریم کے لکھے ہوئے صحیفے موجود تھے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو قرآن کو دیکھ کر تلاوت کرنے یا اسے لے کر دشمن کے علاقہ میں جانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمع قرآن، دوسرا مرحلہ

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کے جتنے

[1] علوم القرآن۔ صبحی صالح ترجمہ اردو غلام احمد حریری ص ۱۰۱ بحوالہ مستشرق بلاشیر وغیرہ، ملک سنز پبلشرز لائل پور ۱۹۶۸ء (کے یہاں تک نے نام فتح الباری ص ۸ ج ۹ سے ماخوذ ہیں)

[2] ان حضرات کے اسمائے گرامی کیلئے دیکھئے زاد المعاد لابن القیمؒ ص ۳۰ ج ۱ المطبعۃ المیمنیۃ مصر

[3] فتح الباری ص ۱۸ ج ۹ بحوالہ مسند احمدؒ و ترمذی و نسائی وابوداؤد وابن حبانؒ و حاکمؒ وصحح ابن حبانؒ و حاکمؒ [4] ایضاً ص ۱۱ ج ۹۔ وعمدۃ القاری ص ۱۷ ج ۲۰ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ دمشق [5] سیرت ابن ہشام بہامش زاد المعاد ص ۱۰۶ و ۱۰۷ ج ۱ [6] صحیح بخاری کتاب الجہاد ص ۱۹ ج ۲۰۶ ج ۱ اصح المطابع [7] مجمع الزوائد ص ۱۶۵ ج ۷ مطبوعہ بیروت۔ قال الہیثمی رواہ الطبرانی وفیہ ابو سعید بن عون وثقہ ابن معین فی روایۃ وضعفہ فی اخری وبقیۃ رجالہ ثقات۔

نسخے لکھے گئے تھے۔ ان کی حیثیت یہ تھی کہ یا تو وہ متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے کوئی آیت چمڑے پر کوئی درخت کے پتے پر کوئی ہڈی پر یا وہ مکمل نسخے نہیں تھے کسی صحابی کے پاس ایک سورت لکھی ہوئی تھی۔ کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس صرف چند آیات اور بعض صحابہؓ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

اس بناء پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآن کریم کے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کر دیا جائے۔ انہوں نے یہ کارنامہ جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا۔ اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ جنگ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا۔ میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ "عمرؓ نے ابھی آکر مجھ سے یہ بات کہی ہے۔ کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی۔ اور اگر مختلف مقامات پر قرآن کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآن کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کر دیں۔ میں نے عمرؓ سے کہا کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ وہ ہم کیسے کریں۔ عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد عمرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرح صدر ہو گیا۔ اور اب میری رائے بھی وہی ہے۔ جو عمرؓ کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم نوجوان اور سمجھدار آدمی ہو۔ ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو۔ لہٰذا تم قرآن کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے جمع کرو۔

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمع قرآن کا ہوا۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا۔ جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی رائے تھی۔ چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا۔ اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔[1]

اس موقع پر جمع قرآن کے سلسلہ میں حضرت زید بن ثابتؓ کے طریق کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ جیسا کہ پیچھے ذکر آ چکا ہے۔ وہ خود حافظ قرآن تھے۔ لہٰذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے ان کے علاوہ بھی سینکڑوں حفاظ اس [illegible] موجود تھے۔ ان کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآن کریم لکھا جا سکتا تھا۔ [illegible] کریم کے جو مکمل نسخے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھے گئے تھے۔ حضرت زیدؓ ان سے بھی قرآن کریم نقل فرما سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے احتیاط کے پیش نظر ان میں سے صرف کسی ایک طریقے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں وہ مختلف صحابہؓ کے پاس محفوظ تھیں حضرت زیدؓ نے انہیں یکجا فرمایا۔ تاکہ نیا نسخہ ان سے ہی نقل کیا جائے۔ چنانچہ یہ اعلان کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کی جتنی آیات لکھی ہوئی ہوں وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئے[2] اور جب کوئی شخص ان کے پاس قرآن کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آیا تو وہ مندرجہ ذیل تین طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے۔

۱۔ سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے۔

۲۔ پھر حضرت عمرؓ بھی حافظ قرآن تھے۔ اور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بھی اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگا دیا تھا اور جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا۔ تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔[3] لہٰذا حضرت زیدؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی اپنے حافظہ سے اس کی توثیق فرماتے تھے۔

۳۔ کوئی لکھی ہوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ گواہیاں اس بات پر بھی لی جاتی تھیں۔ کہ یہ لکھی ہوئی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال آپ پر پیش کر دی گئی تھی۔ اور آپؐ نے اس [illegible] کی تصدیق کر دی تھی کہ یہ ان حروف سبعہ کے مطابق ہے۔ جن پر [illegible] ہوا ہے۔[4] علامہ سیوطیؒ کی اس بات کی تائید

۱۔ صحیح بخاری [illegible] باری ص ۱۰ تا ۱۱ ج ۹۔
۲۔ فتح الباری ص ۱۱ ج ۹، بحوالہ ابن ابی داؤد فی کتاب المصاحف
۳۔ فتح الباری ص ۱۱۔ ج ۹، بحوالہ ابن ابی داؤد فی کتاب المصاحف
۴۔ الاتقان ص ۶۰ ج ۱۔

متعدد روایات سے بھی ہوتی ہے۔ سے

۴۔ اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا ان مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا۔ جو مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔ سے

امام ابو شامہؒ فرماتے ہیں کہ ... کی طریق کار کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کریم کی کتابت میں زیادہ سے زیادہ ... احتیاط سے کام لیا جائے ۵ے اور صرف حافظہ پر اکتفا کرنے کے بجائے ان آیات سے نقل کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جمع قرآن کا یہ طریق کار ذہن میں رہے تو حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کے اس ارشاد کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ سورۂ براءۃ کی آخری آیات "لقد جاءکم رسولٌ من انفسکم" الخ مجھے صرف حضرت ابوخزیمہؓ کے پاس ملیں۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ آیتیں سوائے حضرت خزیمہؓ کے کسی اور کو یاد نہیں تھیں یا کسی ... کے پاس لکھی ہوئی نہیں تھیں۔ اور ان کے سوا کسی اور کو ان کا جزوِ قرآن ہونا معلوم نہ تھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی ہوئی قرآن کریم کی متفرق آیتیں لے کر آرہے تھے۔ ان میں سے یہ آیتیں سوائے حضرت ابوخزیمہؓ کے کسی کے پاس نہیں ملیں۔ ورنہ جہاں تک ان آیات کے جزوِ قرآن ہونے کا تعلق ہے۔ یہ بات تواتر کے ساتھ سب کو معلوم تھی۔ اوّل تو جن سینکڑوں حفاظ کو پورا قرآن کریم یاد تھا۔ انہیں یہ آیات بھی یاد تھیں دوسرے آیات قرآنی کے جو مکمل مجموعے مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے ان میں بھی یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ لیکن چونکہ حضرت زید ابن ثابتؓ نے مزید احتیاط کے لئے مذکورہ بالا ذرائع پر اکتفا کرنے کے بجائے متفرق طور سے لکھی ہوئی آیتوں کو جمع کرنے کا بیڑہ بھی اٹھایا تھا۔ اس لئے انہوں نے یہ آیت اس وقت تک اس نئے مجموعے میں درج نہیں کی۔ جب تک اس تیسرے طریقے سے بھی وہ آپ کو دستیاب نہیں ہو گئی۔ دوسری آیات کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ حفاظ صحابہؓ کرام کو یاد ہونے اور عہدِ رسالتؐ کے مکمل مجموعے میں محفوظ ہونے کے علاوہ کئی کئی صحابہؓ کے پاس الگ سے لکھی ہوئی بھی تھیں۔ چنانچہ ایک ایک آیت کئی کئی صحابہؓ لے کر آرہے تھے۔ اس کے برعکس سورۂ براءت کی یہ آخری آیات سینکڑوں صحابہؓ کو یاد تو تھیں۔ اور جن حضرات کے پاس آیات قرآنی کے مکمل مجموعے تھے۔ ان کے پاس لکھی ہوئی بھی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں لکھی ہوئی صرف حضرت ابوخزیمہؓ کے پاس ملیں۔ کسی اور کے پاس نہیں ۶ے

بہرحال حضرت زید ... رضی اللہ عنہ ... نے زبردست ...

... آیات قرآنی کو جمع کر کے انہیں کاغذ کے صحیفوں پر مرتب شکل میں تحریر فرمایا ۷ے لیکن ہر سورت علیحدہ صحیفے میں لکھی گئی۔ اس لئے یہ نسخہ بہت سے صحیفوں پر مشتمل تھا اصطلاح میں اس نسخہ کو "اُمّ" کہا جاتا ہے اور اس کی خصوصیات یہ تھیں۔

۱۔ اس نسخہ میں آیات قرآنی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق مرتب تھیں لیکن سورتیں مرتب نہ تھیں۔ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی۔ ۸ے

۲۔ اس نسخے میں ساتوں حروف جمع تھے۔ ۹ے

۳۔ یہ نسخہ خطِ حیری لکھا گیا تھا۔ ۱۰ے

۴۔ اس میں صرف وہ آیتیں درج کی گئی تھیں۔ جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

۵۔ اس کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتب نسخہ تمام اُمت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار ہو جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

حضرت ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن سے متعلق یہ تفصیلات ذہن میں رہیں تو اس کی روایت کا مطلب بھی اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد حضرت علیؓ نے قرآن کریم جمع کر لیا تھا۔ اس لئے کہ جہاں تک آیات قرآنی کے انفرادی مجموعوں کا تعلق ہے۔ وہ صرف حضرت علیؓ نے ہی نہیں اور بھی متعدد صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔ لیکن ایسا معیاری نسخہ جو پوری اُمت کی اجماعی تصدیق سے مرتب کیا گیا ہو۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیار کروایا۔

۴ے ان روایات کے لئے دیکھئے کتاب المصاحف لابن ابی داؤد ص ۲۴ تا ۲۵ جزو اوّل مطبوعہ رحمانیہ مصر ۱۹۳۶ء ۵ے وانما طلب القرآن متفرقاً لیعارض بالمجتمع عند من بقی ممن جمع القرآن لیشترک الجمیع فی علم ماجمع (البرہان فی علوم القرآن ص ۲۳۸ ج ۱) ۶ے (اتقان ص ۶۰ جلد ۱)

۶ے البرہان فی علوم القرآن ص ۲۳۴ و ۲۳۵ جلد ۱

۷ے عن سالم قال جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس (اتقان ص ۶۰ جلد ۱) ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ نسخہ بھی چمڑے کے پارچوں پر لکھا گیا تھا۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی ہے۔ (ایضاً) ۸ے اتقان بحوالہ بالا

۹ے مناہل العرفان صفحہ ۲۴۶ و ۲۴۷ جلد ۱ و تاریخ القرآن للکردیؒ ص ۲۸

۱۰ے تاریخ القرآن از عبدالصمد صارم ص ۴۳ مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء

نوادر الاوراق

مسلسل

انتخاب لاجواب

خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خاں صاحب

تابعین میں حضرت سعید بن جبیرؒ کی شخصیت بہت ممتاز ہے۔ آپ کو حجاج بن یوسف الثقفی کے مظالم کا نشانہ بننا پڑا۔ لیکن آپ نے جس صبر و استقامت کا ثبوت دیا وہ اپنی نظیر آپ ہے حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلمید خاص اور تفسیر کے امام تھے۔ خصیف کا قول ابن خلکان نے نقل کیا ہے کہ:۔

"مسائل طلاق کے سب سے بڑے عالم تابعین میں سعید بن المسیبؒ تھے اور حج کے عطاء بن ابی رباحؒ، حلال و حرام کے طاؤسؒ اور تفسیر کے مجاہد اور سعید بن جبیرؒ ان سب کے جامع تھے۔"

عبدالملک بن مروان کے خلاف جب عبدالرحمٰن بن محمد نے جنگ کی تو اس میں حضرت سعید بن جبیرؒ ان کے ساتھ تھے، شکست کے بعد مکہ چلے آئے، یہاں خالد بن عبداللہ القسری والی مکہ نے انہیں گرفتار کر کے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ حجاج جس نے سینکڑوں علماء اور اہل تقویٰ کی گردنیں اڑادی تھیں اور جس کے نام سے عوام و خواص پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ جس کے سامنے بڑے بڑوں کی زبانیں گنگ ہو جاتی تھیں اس کے دربار میں حضرت سعید بن جبیرؒ حاضر کئے گئے۔

حجاج نے پوچھا، تمہارا کیا نام ہے؟ آپ نے جواب دیا سعید بن جبیرؒ

حجاج :۔ نہیں بلکہ شقی بن کسیر (سعید کے معنی خوش بخت اور جبیر کے معنی بدنصیب اور کسیر کے معنی توڑنے والے کے ہیں۔)

سعید :۔ میری ماں کو میرا نام زیادہ معلوم تھا۔

حجاج :۔ تم بھی بدنصیب اور تمہاری ماں بھی بدنصیب۔

سعید :۔ عالم الغیب تم نہیں۔ کوئی اور ہے۔

حجاج :۔ اس دنیا کے بدلہ میں تمہیں دہکتی ہوئی آگ میں ڈالوں گا۔

سعید :۔ اگر میں جانتا کہ اس کا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے تو میں تمہیں اپنا معبود بنا لیتا۔

حجاج :۔ تمہارا خیال جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا ہے؟

سعید :۔ وہ نبی رحمت اور امام ہدایت تھے (علیہ السلام)

حجاج :۔ خلفاء کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

سعید :۔ میں ان کا نگراں نہیں ہوں۔

حجاج :۔ خلفاء میں سے کس کو تم سب سے زیادہ پسند کرتے ہو؟

سعید :۔ اسے جسے اللہ سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔

حجاج :۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کون ہے؟

سعید :۔ اس کا علم اسی کی ذات کو ہے جو ان خلفاء کی ڈھکی چھپی باتیں جانتی ہے۔

حجاج :۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے سچ بولو۔

سعید :۔ واللہ میں جھوٹ نہ بولوں گا۔

حجاج :۔ اچھا! تم کبھی ہنستے کیوں نہیں ہو؟

سعید :۔ مٹی کی بنی ہوئی مخلوق کیسے ہنسے، جب کہ جہنم کی آگ کا اسے ہر وقت خطرہ ہے۔

حجاج :۔ پھر ہم لوگ کیسے ہنستے ہیں؟

سعید :۔ سب کے دل برابر نہیں ہوتے۔

حجاج :۔ کیا تم نے کھیل کود اور تفریح کا کوئی سامان کبھی دیکھا ہے؟

سعید :۔ نہیں، میں اس سے واقف نہیں۔

حجاج نے بربط و بانسری منگوائی اور بجوانے کا حکم دیا۔ بربط و بانسری کی آواز سنتے ہی حضرت سعید بن جبیرؒ رونے لگے اور فرمانے لگے۔

جب بانسری بجائی گئی تو مجھے وہ دن یاد آگیا
جب صور پھونکا جائے گا اور یہ بربط کی لکڑی

اس کا اُگنا تو ٹھیک تھا لیکن کاٹا جانا ناحق تھا۔

حجاج نے حضرتِ سعید بن جبیرؒ کو مرعوب کرنے کے لئے حکم دیا کہ خزانہ کے سارے جواہرات، موتی، زبرجد، یاقوت حاضر کئے جائیں ... دولت حاضر کی گئی اور حضرت سعید بن ... دیکھتے ہی بے ساختہ فرمایا۔

اگر تو نے یہ سب کچھ اس لئے جمع کیا ہے تاکہ اس کو خرچ کرکے یومِ قیامت کی ہولناکیوں سے بچ سکے تو خوشی کی بات ہے ورنہ سمجھ لو کہ قیامت کی معمولی گھبراہٹ دودھ پلانے والی عورتوں کو اپنے بچوں سے غافل کر دے گی۔ اور سمجھ لو! کہ دنیا کے لئے جو کچھ جمع کیا جائے گا اس میں کوئی خیر نہیں۔ مگر یہ کہ مال مزکّی ہو۔" آخر حجاج کہنے لگا کہ بتاؤ میں تمہیں کس طرح قتل کروں؟

حضرت سعید نے فرمایا:۔

تم اپنے لئے جس طرح قتل ہونا پسند کرو اسی طرح مجھے قتل کرو۔ اس لئے کہ خدا کی قسم تم جس طرح مجھے قتل کرو گے کل آخرت میں اسی طرح قتل کئے جاؤ گے۔"

حجاج:۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں معاف کر دوں؟

سعید:۔ معافی اللہ سے چاہوں گا۔ اور تمہارے سامنے نہ برأت کروں گا اور نہ کوئی عذر پیش کروں گا۔

حجاج نے قتل کا حکم دیا، حضرت سعید مسکرانے لگے۔ حجاج نے پوچھا، کیوں ہنستے ہو؟ کہنے لگے۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم اللہ پر اتنے جری اور بہادر ہو اور اللہ تمہارے بارے میں اتنا حلیم اور بردبار۔"

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ جب حضرت سعید بن جبیرؒ قتل گاہ میں لائے گئے تو آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

اِنِّیْ وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین

"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جو آسمان و زمین کو پیدا کرنے والی ہے میں ساری دنیا سے منہ پھیر کر اسی اللہ کا ہو گیا اور مشرکین میں سے نہیں ہوں۔"

حجاج نے سنتے ہی کہا کہ ان کو قبلہ کی طرف سے پھیر کر دوسری طرف موڑ دو، حضرت سعید بن جبیرؓ فرمانے لگے۔

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ

"جدھر بھی رخ کر دگے ادھر اللہ کی ذات ہے۔"

حجاج نے کہا: ان کو اوندھا کر دو۔

حضرت سعیدؓ یہ آیت تلاوت کرنے لگے۔

منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ

"اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور ہم اسی مٹی میں تمہیں دوبارہ لے جائیں گے۔ اور ہم اسی مٹی سے تمہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔"

حجاج نے کہا: "ذبح کر دو۔"

حضرت سعیدؓ کہنے لگے۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ٥

حجاج! میری یہ آخری بات سن لو۔ اور یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم لوگ قیامت میں ایک دوسرے سے ملیں۔

"اے اللہ میرے بعد حجاج کو کسی اور پر مسلط نہ کرنا۔" اور آخر حضرت سعید بن جبیرؓ اللہ کی راہ میں ذبح کر دیئے گئے۔" انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔"

(کتاب الامامۃ والسیاسۃ، ابن خلکان)

عوامی امراض

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

- جب کوئی قوم خیانت کی عادت اختیار کر لے تو وہ بزدل ہو جاتی ہے۔
- جب کوئی قوم ماپ تول میں کمی کرنے لگ جاتی ہے تو اس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے۔
- جو قوم ناحق فیصلے کرنے لگ جائے تو اس میں خونریزی عام ہو جاتی ہے۔
- جب کوئی قوم بدعہد ہو جاتی ہے تو اس پر دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (رواہ مالکؒ مشکوٰۃ ص۴۵۹)

قسط نمبر : ۳

حاضرین مجلس اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ قرآن حکیم ہر مسلمان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اگر اس پر عمل کیا جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے کام انجام نہ پاسکیں، ناکامی کی وجہ یہی ہے، کہ ہم نے دین اسلام سے دوری اختیار کرلی تو دین اسلام بھی تب ہی آتا ہے، جب انسان قرآن کو اپنی زندگی کا دستورالعمل بناتا ہے ہمیشہ ان ہی لوگوں کی زندگی اچھی گزرتی ہے، جو قرآن کریم پر عمل کرتے ہیں، جیسے ارشاد ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم باحسن ما کانو یعملون ؕ

پ ۱۴ النحل

ترجمہ جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی طرح بسر کرائیں گے اور ان کو آخرت میں بھی ان کو ان بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر عمل کرکے اپنی زندگی بہتر بناتے ہیں خداوند کریم اپنی صالح لوگوں میں سے ملک کی سلطنت کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ :۔

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصلحون ؕ پ ۱۷ الانبیاء

ترجمہ :۔ اور ہم نے زبور میں (پند و) نصیحت کے بعد یہ بات لکھ چکے ہیں کہ ہمارے نیک بندے زمین کی سلطنت کے وارث ہوں گے — اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ ہم نیک بندے نہ رہے اس لئے ہماری حکومت جاتی رہی، گویا کہ ہمارا ہر کام ڈھنگ سے نہیں ہو پاتا اگر خال خال باقی ہے، تو اس کا ہونا نہ ہونا قوم کے لئے برابر ہے۔ اور جب انسان نیک اعمالوں کے عوض زمین کی سلطنت سے نوازہ جاتا ہے تو قدرت کاملہ کی حقیقت کاملہ کھل کر انسان کے سامنے آجاتی ہے پھر وہ دین اسلام کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی زمین کی سلطنت انسان کو پرکھ دیتے ہیں، کہ ان میں زمین کی سلطنت کا کون حقدار ہوتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وعد اللہ الذین امنو منکم وعملو الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم

ترجمہ :۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان سے خدا کا وعدہ ہے، کہ ایک نہ ایک دن ان کو ملک کی حکومت ضرور عنایت کرے گا، جیسے ان لوگوں کو عنایت کی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ تو اگر خداوند کریم کے حکم سے روگردانی کی تھی تو تمہاری سلطنت کا کیا حشر ہوگا، تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں۔

ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء وان تتولو یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونو امثالکم

پ محمد

ترجمہ :۔ تم لوگ سن رکھو کہ تم (لوگ) ایسے دل کے تنگ ہو کہ تم کو اللہ کے راستے میں اپنے قومی فائدے کے لئے خرچ کرنے کو بلایا جاتا ہے اس پر بھی تم میں ایسے بہت سے ہیں، جو بخل کرتے ہیں، تو جو انسان بخل کرتا ہے وہ حقیقت میں اپنے آپ سے

بخل کرتا ہے [illegible] اور [illegible] کے محتاج ہو اور اگر تم احکام [illegible] کرو گے تو اللہ تعالے تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ بٹھائے گا۔ اور وہ تم جیسے تنگ دل بھی نہ [illegible] تاریخ کی ورق گردانی کر کے ہر شخص سمجھ سکتا ہے [illegible] ہندوستان سے ہماری سلطنت جانے اور [illegible] ہمارا جانشین کرنے کا باعث ہی یہی ہے۔ کہ خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی اگر ہم قرآن کی تعلیم کو اپناتے تو ہمارا یہ حشر کبھی نہ ہوگا۔ قرآن تو سراپا رحمت ہے جو ہر انسان کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے۔ اور برے کاموں سے منع کرتا ہے۔ اس لئے ہر اس مسلمان کو چاہئے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اگر خدا کی طرف سے اسے ملکی سلطنت دی جائے تو وہ اس پر کوئی شیخی نہ کرے۔ اور نہ ہی اترائے کیونکہ جو خدا اس کو زمین کی حکومت دیتا ہے۔ وہ کسی وقت چھین بھی سکتا ہے اس لئے اترانا اچھا نہیں۔ قرآن میں اسی چیز کی وضاحت کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ ۃ ‌‌ پ۲۱ لقمٰن

ترجمہ:۔ اور زمین پر اترا کر نہ چل کیونکہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا آگے چل کر اللہ تبارک و تعالے اس چیز کی تنبیہ بھی کرتے ہیں۔ کہ جو چیز ہم دیکر چھین لیتے ہیں تمہیں اس کا رنج نہیں ہونا چاہئے۔

لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتٰکم واللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ پ۲۷ الحدید

ترجمہ:۔ اور یہ ہم نے تم کو جتا دیا ہے۔ کہ کوئی چیز تم سے جاتی رہے تو رنج نہ کرو۔ اور کوئی نعمت خدا تم کو عطا کر دے تو اسی پر مت اتراؤ اور اللہ کسی اترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ ؎

اسی چیز کے مدنظر قرآن نے ہمیں راہ چلنے کی بھی کیسی اچھی تعلیم دی ہے۔ فرمایا:۔

ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا کل ذالک کان سیئہ عند ربک مکروھا ۔ پ۱۵ بنی اسرائیل

ترجمہ:۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر کیونکہ اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں سکے گا۔ اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا۔ ان سب باتوں میں جو بڑی ہیں سب ہی تو تمہارے پروردگار کو ناپسند ہیں۔ تو آگے ارشاد ہوتا ہے۔ واقصد فی مشیک ۔ پ۲۱ لقمٰن

اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر

؎

موجودہ خصلت

جنہیں چار پیسہ کا مقدور ہے یاں
سمجھتے نہیں ہیں وہ انساں کو انساں
موافق نہیں جن سے ایام دوراں
نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں
نشہ میں تکبر کے ہے چور کوئی
حسد کے مرض میں ہے رنجور کوئی

تو برادران اسلام! قرآن کریم اور فرقان حمید میں اللہ تعالے ہمیں آپس میں بات چیت کرنے اور ایسی باتیں جو کہ دوران گفتگو معیوب ہوں اُن سے پرہیز کرنے کی بھی تعلیم دیتا ہے تاکہ بات چیت ایک ایسے ماحول میں ہو جس کا تاثر ہر مسلمان یا اہل سامعین کے دل پر اچھا ثابت ہو تو اسی چیز کے پیش نظر قرآن ہی ارشاد باری تعالی ہے۔

واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ۔ پ۲۱ لقمٰن

ترجمہ:۔ اور کسی سے بات کرو، تو ہولے سے بولو کیونکہ آوازوں میں بڑی سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔ مطلب یہ ہے ہمیشہ بات چیت میں پاکیزہ ماحول اور ادب و احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ گفتگو میں ایسی مٹھاس اور چاشنی ہونی چاہئے جس سے ہر مسلمان یا اہل مجلس کے دل متاثر ہو کر بات چیت کرنے والے کے گرویدہ ہو جائیں۔ مسلمان کا فرض ہے کہ ہر ایک انسان کو اچھے سے اچھے جانیں ویسے تو دنیا کو ہم ایک آئینہ تصور کرتے ہیں اگر آئینہ میں دیکھ جائے تو اپنی ہی صورت نظر آتی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر آدمی دوسرے کو اپنے جیسا ہی تصور کرتا ہے۔ تو اللہ تعالے نے کسی مسلمان یا کسی بھی انسان میں کوئی عیب ہو تو اسے ظاہر نہیں کرنا چاہئے ورنہ ہی اس کا مضحکہ اڑانا چاہئے یا اس پر آوازے کسے جائیں۔ تو اس کے دل پر کیا گذرے گی۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہئے تو اللہ تعالے نے اس لئے منع فرمایا۔ کہ یہ بہت بڑی برائی ہے کہ ایک

انسان دوسرے انسان کو ایسے الفاظ سے مخاطب کرے جو انسانیت کے منافی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ نے کسی انسان کو برا نہیں بنایا۔ اور نہ بدصورت بنایا ہے۔ تم اگر ایسے برے لفظوں سے کسی کو مخاطب کریں گے تو ایک تو اس کا دل دکھے گا۔ دوسرا وہ خدا تعالیٰ سے شکوہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا تو دنعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کی قدرتِ اقدس پر حرف آتا ہے۔ اس لئے ہر اس چیز یا برائی سے احتراز کرنا چاہئے۔ جو دوسرے انسان کے لئے باعث ندامت ثابت ہو اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی کو طعنہ دینا یا نام دھرنے سے منع فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ پ۳۰ الھمزۃ

ترجمہ:۔ ہر شخص جو لوگوں کی عیب چینی کرتا اور ان پر آوازے کستا ہے۔ اس کی بڑی تباہی ہے۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرًا منھم ولا نساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن ط پ۲۶ الحجرات

ترجمہ:۔ مسلمانوں! مرد مردوں پر نہ ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستے ہیں وہ خدا کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں پر ہنسیں عجب نہیں کہ جن پر وہ ہنستی ہیں، وہ ان سے بہتر ہوں۔ اب اسی چیز کی وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولٰئک ھم الظٰلمون

ترجمہ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے نہ دو اور نہ ایک دوسرے کا نام دھرو ایمان لانے کے بعد بد تہذیبی کا نام ہی برا ہے۔ اور جو ان حرکات سے باز نہ آئیں۔ تو وہی خدا کے نزدیک ظالم ہیں۔ یہ مرض یہاں کی مستورات میں کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اسی لئے اعزا و اقربا میں بڑی بدمزگی رہتی ہے۔ جو مٹائے نہیں مٹتی، مرد بھی اس عیب سے خالی نہیں، خداوند کریم ایسے مرض سے بچائے اور دین پر چلنے کی توفیق دے۔ امین۔

باقی آئندہ

اسلامی معاشرت

والدین کے ذاتی کردار کا اثر اولاد پر ضرور ہوتا ہے

بچوں کی صحیح تربیت گھریلو ماحول پر موقوف ہے

مصطفےٰ السباعی

ہماری اجتماعی پیچیدگیوں میں سے سب سے بڑی پیچیدگی [illegible] کی تربیت کے معاملے میں پیش آتی ہے۔ [illegible] معاشرے سے سابقہ پڑنے سے پہلے گھر کی اور خاندان کی تربیت کا مرحلہ ہوتا ہے۔

والدین کی ذمہ داری

اولاد صراط مستقیم پر چلنے کے معاملے میں اپنے والدین کی رہین منت ہوتی ہے یعنی اگر اولاد بہترین کردار سے آراستہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ والدین نے اس کی تربیت پر توجہ دے کر اسے اپنے احسانات کا ممنون بنا دیا ہے۔ اسی طرح اولاد کی غلط روی اور بدکرداری کی ذمہ داری بھی والدین ہی پر ہوگی۔

اسلام کے معجزات میں سے یہ بھی ایک بڑا اہم معجزہ ہے کہ اس نے فن تربیت کے بارے میں آج سے چودہ سو برس پہلے ایک ایسی حقیقت کا [illegible] کیا ہے۔ جو اس سے پہلے کسی دانشور کو نہ سوجھی تھی۔ [illegible] صلعم نے فرمایا "ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے یہودی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں (طبرانی بیہقی)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ذہنی، اخلاقی اور اجتماعی میلانات سب سے پہلے اس کے والدین ہی سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور جیسا کچھ ماں باپ کا کردار ہوگا اور جیسا ان کی تربیت کا ڈھنگ ہوگا اسی طور طریقے پہ بچہ نشوونما پائے گا۔

تربیت اولاد سے بے اعتنائی

یہ بات بڑی افسوسناک ہے کہ تربیت کے لحاظ سے ہمارے گھر یکساں طرز عمل پہ کاربند نہیں ہیں۔ بلکہ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں کہیں بے پناہ سختی اور کہیں بہت زیادہ نرمی، اعتدال اور میانہ روی کی راہ سے بہت سے گھرانے نا آشنا ہیں۔ تربیت کی شکلوں کے لحاظ سے ہمارے ہر قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔

۱۔ بعض گھرانوں میں بچے کی نشوونما بزدلی، خوف اپنی ذات پر بے اعتمادی اور ذہنی انتشار کے ساتھ ہوتی ہے

۲۔ ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بچے لاڈ پیار کے اتنے رسیا ہوتے ہیں کہ کسی قاعدے، ضابطے کی پابندی ان کے لیے مشکل ہو جاتی ہے اس طرح ان کی اصل فطرت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔

۳۔ ایسے گھرانے بھی ہیں جہاں بچے کی نشوونما جہالت اور بدتمیزی اور اعلیٰ درجے کے اخلاق و آداب سے محروم ماحول میں ہوتی ہے یہ بچے نہ تو ادب اور سلیقے سے باخبر ہوتے ہیں اور [illegible] اور گندگی کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں۔

۴۔ کچھ گھرانوں میں بچوں کا مزاج خود پسندی اور [illegible] کا حامل ہوتا ہے، ایسے بچے اپنے عیش و نشاط میں مگن [illegible] انہیں معاشرے کے غم اور خوشی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔

۵۔ بعض گھرانے ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں بچہ دینی ماحول میں پروان چڑھتا ہے۔ لیکن یہ اس کی دینداری بے بنیاد عقائد اور خرافات سے بھرپور ہوتی ہے۔

۶۔ ایسے بھی خاندان موجود ہیں جن کے بچے دین سے بالکل دامن چھڑا لیتے ہیں۔ والدین کی صحیح تربیت نہ ہونے کی وجہ سے سکول کے اساتذہ اپنے ڈھب پر جس طرح چاہتے ہیں ان کو رنگ دیتے ہیں مختلف شکلیں ہیں جن پر ہماری نئی نسل نشوونما پا رہی ہے۔ ان میں نہ ذہنی یکسوئی ہے اور نہ اخلاقی اور اجتماعی لحاظ سے کوئی بلند تصور، ہر فرد دوسرے سے مزاج، ذوق اور نظریات کے لحاظ سے اپنا الگ الگ ذہن رکھتا ہے۔

ہماری نوجوان نسل میں جو ذہنی اور اخلاقی پستی پائی جاتی ہے اس

کی بڑی وجہ یہی مذکورہ بالا اختلاف ہے۔

نئی نسل کی تربیت

اس اخلاقی پستی کو دیکھ کر قوم کے بعض خیر خواہ بالکل ہی مایوس ہو جاتے ہیں ان کے نزدیک نئی نسل سے خیر کی امید رکھنا ہی غلط ہے لیکن ہم ان کی اس مایوسی اور بدشگونی سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ نئی نسل میں جو غلط روی پائی جاتی ہے اس کے بہت سے داخلی اسباب ہیں۔ جن کا ازالہ کرنے کی ہم قدرت رکھتے ہیں۔ ایسے خارجی اسباب بہت ہی کم ہیں جن پر قابو پانا ہمارے لئے ناممکن ہو۔ ماں باپ سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے جو نئی نسل کے سنوارنے اور بگاڑنے میں موثر اور نمایاں کردار ادا کر سکے۔ اس وقت سب سے بڑا اہم مسئلہ گھریلو تعلیم و تربیت کا ہے اور اس بات کا معلوم کرنا ہے کہ اس سلسلے میں کون سے طریقے مفید ہیں اور کون سے نقصان دہ۔ یہ عنوان ایسا ہے جس پر اہلِ علم، اصحابِ فکر، انشا پرداز، خطبا اور قومی اصلاح کے علمبردار سب کو متوجہ ہونا چاہیئے یہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جس کو حل کرنے کے لئے مدرسگاہیں قائم کی جائیں اور علمی حلقے منعقد ہوں اور بحث و مذاکرہ کی مجلسیں برپا ہوں اور عوام کو ان تمام مباحث سے استفادے کا موقع دیا جائے ہمارے زمانے کے علماء تربیت نے حسب ذیل اصولوں پر اتفاق کر لیا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ ان اصولوں پر کاربند ہوتا ہے تو اس کی بنیادیں پائدار ہوں گی اور لیقیناً وہ فلاح و سعادت سے ہمکنار ہو گی۔

اصولِ تربیت

۱۔ بچے کی شخصیت کو اس طرح نشوونما دینا کہ گھر کی پوری فضا اس کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے میں مددگار بن جائے۔ اسے ہر طرف اپنی ذہنی استعداد کو بڑھانے کا سامان نظر آئے

۲۔ بچے میں شروع ہی سے جراُت، شجاعت، خودداری اور خود اعتمادی کا بیج بو دیا جائے۔ وہ دوسرے کا خوشہ چین ہونے کے بجائے اپنی رائے اور اپنے سوچے سمجھے خیالات پورے اعتماد کے ساتھ دوسروں کے سامنے پیش کر سکے۔

۳۔ اس میں تعاون اور باہمی ہمدردی کا جذبہ ابھارا جائے اس کو بتایا جائے کہ معاشرے کا نقصان اس کا نقصان ہے۔ اور قوم کا فائدہ اس کا فائدہ ہے

یہ ہیں وہ گھریلو صحیح تربیت کی بنیادیں جن سے اجتماعی، سیاسی، دینی اخلاقی اور اقتصادی ہر لحاظ سے نئی نسل میں مل کر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے یہی وہ تربیت ہے کہ اس سے آراستہ ہو کر نئی نسل معاشرے کو ہر قسم کی کمزوری اور تباہی سے بچا سکتی ہے۔

ہمیں اس اہم مسئلے کے بارے میں پوری سنجیدگی سے کام لینا چاہیئے اور یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ واقعی ہمارے گھروں میں اعلیٰ مثالی تربیت کا انتظام ہے اور کیا ماں باپ اس معاملے میں اپنے فرائض کا شعور رکھتے ہیں؟

والدین کی غلط روش

حقیقت یہ ہے بہت سے خاندان تربیت اور اس کے دور رس اثرات سے قطعاً نا آشنا ہیں۔

سب سے پہلی خرابی جو تربیتی امور کے سلسلے میں گھر میں پیش آتی ہے وہ یہ ہے کہ بچے کی نفسیات اور اس کے جذبات و خیالات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی اور اس بات کا احساس نہیں کیا جاتا کہ یہی بچہ مختلف منازل طے کر کے مردوں کی صف میں کھڑا ہونے والا ہے اس پر وہی قوانین جاری ہوتے ہیں۔ اکثر ماں باپ کا یہ حال ہے کہ وہ بڑوں اور بچوں کی نفسیات میں فرق نہیں کرتے۔ ایک بے سمجھ بچے کو اس کی خطا پر اسی طرح سختی سے سزا دیتے ہیں جو بڑوں کو دی جاتی ہے۔ کبھی اس کے عیب اور کمزوری کا چرچا کیا جاتا ہے اور کبھی اس پر نکتہ چینی کی جاتی ہے اسے تذلیل و تحقیر کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ کونسی ماں ہے جو غصے سے بھڑک نہ اٹھتی ہو جب کہ اس کا چھوٹا سا بچہ اپنے پاجامے ہی میں دو تین بار پے در پے رفع حاجت کر لیتا ہے اور وہ کونسی ماں ہے جو شیشے کے برتن توڑنے پر اپنے بچے کو زد و کوب نہیں کرتی اور وہ کونسی ماں ہے جو اپنے بچے کو سخت سے سخت سزا نہیں دیتی جب کہ بچہ گھر کے خاص کمرے میں بیش قیمت فرش پر دوات الٹ دیتا ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک ماں اپنے ڈیڑھ سال کے بچے کو پیٹ رہی تھی اس کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے اپنے پاجامے میں پاخانہ کر دیا تھا۔ ماں کا خیال یہ تھا کہ بچے کو چاہیئے کہ قضائے حاجت سے پہلے وہ اطلاع کرتا یا خود بیت الخلاء یا اپنے قدمچے پر پہنچ جاتا۔ میں نے اس خاتون کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ اس کا یہ طرز عمل درست نہیں ہے اس عمر میں بچہ اتنی سمجھ نہیں رکھتا لیکن وہ خاتون میری بات سے مطمئن نہ ہو سکی۔ آخر کار میں نے کہا کہ ذرا اپنی ماں سے اپنے بچپن کا حال تو پوچھ کر دیکھو جو تمہارے بچے کا حال اب ہے، کیا یہی طرزِ عمل بچپنے میں تمہارا نہ تھا۔ اس جملے پر وہ عورت ہنس پڑی اور اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ غلط تربیت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بچوں کی خوب مرمت کی جائے جب کہ وہ گھروں سے بھاگ کھڑے ہوں یا گھر واپس آنے میں دیر لگائیں یا اپنے چھوٹے بہن بھائیوں پر زیادتی کریں یا کسی معاملے میں ماں باپ کی نافرمانی پر تل جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان کو ان فوجیوں کی نگاہ سے نہیں دیکھا جا سکتا جو اپنے کمانڈر کے ہر حکم کو ماننے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

بچے کی شرارت اس کی ذہانت کی دلیل ہے

واضح رہے کہ بچہ اگر ماں باپ کی مخالفت کرتا ہے یا نظم و ضبط کو توڑتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اپنی تربیت کے لحاظ سے شرارت و خباثت کا سرچشمہ ہے۔ بار ہا اس قسم کا مزاج بچے کی

باقی صفحہ ۲۰ پر

گرمجوشی، چستی، چالاکی اور قومی شخصیت کو نمایاں کرتا ہے۔

ان حالات میں ہمارے لئے مناسب یہی ہے کہ اس کو غلط راستے سے ہٹا کر سیدھی شاہراہ پر لے آئیں [illegible] طریقہ ایسا حکیمانہ ہونا چاہیئے کہ اس کی چھپی ہوئی صلاحیتیں [illegible] سے بجائے ابھرنے لگیں۔ رسول اللہ صلعم کا ایک ارشاد بیان کیا جاتا ہے عُرامۃ الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ فی کبرہ۔ یعنی چھوٹی عمر میں بچے کی تیزی اور طراری بڑی عمر میں اس کی ذہانت کا پیش خیمہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے عُرام الصبی نجابۃ۔ بچے کی تیزی طراری اس کی شرافت کی نشانی ہے۔ [illegible] حکیم ترمذی نے یہ روایات اپنے نوادر میں جمع کی ہیں۔

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ بچہ بعض ایسے اسباب کی بنا پر جن کا ہمیں علم نہیں ہوتا نظم و ضبط کو توڑ دیتا ہے۔ مدرسے سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے یا گھر لوٹنے میں دیر لگا دیتا ہے۔ اگر واقعی وہ اپنی زبان میں اپنا عذر سمجھا سکے تو ہمیں کبھی بھی اس کا عذر قبول کرنے میں تامل نہ ہوگا۔ حسب ذیل قصے سے اس حقیقت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

جاہل ماں

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک لڑکا معمول کے مطابق شام کو گھر نہ آسکا۔ ماں کو اندیشہ ہوا کہ اگر اس کا باپ آگیا تو اسے سخت ترین سزا دے گا۔ اس خیال سے آتے ہی وہ اپنے گھر کی تاریک ڈیوڑھی میں لاٹھی لے کر کھڑی ہو گئی۔ جیسے ہی بچے نے گھر میں قدم رکھا۔ ماں غضبناک ہو کر اس پر پل پڑی۔ اس نے اس بات کی بھی زحمت گوارا نہ کی کہ مار پیٹ سے پہلے اس کی تاخیر کا سبب ہی معلوم کر لیتی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس جلد بازی میں ماں غلطی پر تھی، واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک پڑوسی نے اس بچے کو اپنی مدد کے لئے بلایا کہ یہ باغ کے پھل توڑ دو تمہیں مناسب مزدوری مل جائے گی، بچے نے یہ پیش کش اس بنا پر قبول کر لی کہ اس سے اس کے نادار والدین کو سہارا ملے گا اور اسی خیال سے اس نے اپنے شام کے کھانے کی پرواہ بھی نہیں کی جو وہ معمول کے مطابق گھر میں کھایا کرتا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بچے نے کتنے قابل تعریف جذبے کی بنا پر اس تاخیر کو برداشت کیا تھا لیکن سنگدل ماں نے حوصلہ افزائی کی بجائے اس کی بری طرح مرمت کر ڈالی۔

غلط تربیت کے نمونے

غلط تربیت کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اگر بچہ ایک دو بار غلطی کر بیٹھتا ہے تو ہم اسے بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ اس کی زبان سے کوئی جھوٹی بات سننے کا اتفاق ہوتا ہے تو پھر ہمیشہ ہم اسے کذاب کے لفظ سے یاد کرتے ہیں اور اگر وہ کبھی اپنے چھوٹے بھائی کو چپت لگا دیتا ہے تو اسے شریر کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور اگر وہ کبھی وہ کبھی وہ چھوٹی بہن سے بہلا پھسلا کر پھل چھین لیتا ہے تو ہم اسے مکار کا نام دیتے ہیں۔ اگر وہ کبھی باپ کی جیب سے کبھی قلم چرا لیتا ہے تو ہم ہمیشہ کے لئے چور کا خطاب دے دیتے ہیں اور اگر کبھی وہ پانی پلانے یا کسی اور کام سے انکار کر دے تو ہم اسے کام چور کا لقب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم پہلی غلطی پر تمام لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرڈالتے ہیں۔ یہ تربیت کا انتہائی غلط طریقہ ہے۔ صحیح صورت یہ ہے کہ اسے نرمی سے سمجھائیں اور اسے دلیل سے مطمئن کریں جو اس کے چھوٹے سے دماغ میں سما سکے۔ مثلاً یہ کہ وہ اپنا بھی نقصان کرتا ہے اور دوسرے بھی دکھ پاتے ہیں۔

تربیت کا ایک غلط طریقہ یہ ہے کہ روتے ہوئے بچے کو ڈرا دھمکا کر خاموش کیا جائے، بھوت۔ کتے یا دیو کا نام لے کر ڈرایا جائے۔ اور پھر ڈراتے ہوئے اسے سینے سے چمٹایا جائے تاکہ بچے کو یہ احساس دلایا جائے کہ ماں یا باپ کو اس کی بچاؤ کی فکر ہے۔ ڈرانے کی بدترین صورت یہ ہے کہ اسے استاد یا ڈاکٹر کا خوف اس کے دل میں پیدا کیا جائے اس طرز عمل سے بچے کی نشو و نما انتہائی بزدلی کے ماحول میں ہوتی ہے اور اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جن معمولی چیزوں سے اسے ڈرنا نہیں چاہیئے ان سے بھی وہ خوف کھانے لگتا ہے جہاں اسے بغیر رکاوٹ کے آگے بڑھنا چاہیئے۔ وہاں بھی وہ خطرہ محسوس کرتا ہے۔ بچے میں خوف اور بزدلی اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ زمین پر گرتا ہے اسے چوٹ لگتی ہے اور خون بہہ پڑتا ہے۔ اس موقعہ پر ماں اپنا سینہ پیٹ لیتی ہے شور مچاتی ہے۔ لوگوں کو امداد کے لئے پکارتی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بچہ بھی خوب روتا ہے اور پھر وہ اس بات کا خوگر ہو جاتا ہے کہ جب بھی وہ خون دیکھے یا معمولی تکلیف محسوس ہو تو سارا گھر سر پر اٹھا لے۔ اس صورت حال کو ختم کرنے کے لئے صحیح تدبیر یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع پر ماں مسکراتے ہوئے بچے کو تسلی دے اور احساس دلائے کہ یہ تو معمولی سی چوٹ ہے۔

ماحول کے اثرات

یہاں سب سے بنیادی بات قابل غور یہ ہے کہ ایک طرف ماں باپ بچوں کے اخلاق و کردار سنوارنے کی فکر میں رہتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مثلاً :- ۱- بڑے دوستوں کی رفاقت پر ہم چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

مولانا عبید اللہ انور پبلشر نے پرنٹر خواجہ شوکت علی پریمیر پرنٹرز میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

مطبوعات

اسلامی تعلیمات	۱۲ روپے ۰۰
مجموعہ رسائل انجمن خدام الدین	۲ـــ۲۵
اصلی حنفیت	۰ـــ۶۰
استحکام پاکستان	۰ـــ۶۰
مقصد قرآن	۰ـــ۷۵
مجلس ذکر ۸ حصے	۱۲ـــ۰۰
تقسیم وراثت (مؤلفہ ملک بشیر احمد بیگ)	۱ـــ۵۰
محصول ڈاک	بذمہ خریدار

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

انوار ولایت	۶ـــ۰۰
مقامات ولایت	۱۰ـــ۰۰

مطلوبہ کتابوں کی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنا ضروری ہے

زیادہ تعداد میں منگوانے والوں کے لیے تاجرانہ رعایت

ملفوظات طیبات	۲ـــ۲۵
گلدستہ احادیث نبوی	۰ـــ۷۵
شرح اسماء الحسنیٰ	۰ـــ۷۵
نجات دارین کا پروگرام	۰ـــ۶۰
بہشتی دوزخی کی پہچان	۰ـــ۶۰
خطبات ۸ حصے	۱۲ـــ۰۰
مجسمۂ کائنات رعائتی	۶ـــ۰۰

المعلن: خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

نت نئے ڈیزائن

دیدہ زیب ملبوسات

رانا کلاتھ ہاؤس

۱۵۔ ای گلبرگ مارکیٹ ۔ لاہور

فون ۶۲۹۵۷

مفت شافی مدارس اسلامیہ عربیہ کے طلبا صبح ۸ بجے روزانہ دمہ، کالی کھانسی، نزلہ، زکام، سل، دق (ٹی بی)، تبخیر معدہ، خارش، دیگر امراض کی دوا حاصل کریں

الحاج حکیم حافظ محمد طیب لقمانی دوا خانہ نمبر ۱۹ ڈ انکلسن روڈ لاہور فون ۶۵۵۶

میقات الصیام

سنہ ۱۳۹۶ ہجری — سنہ ۱۹۷۶ عیسوی

برائے شہر لاہور و مضافات

(مطابق سٹینڈرڈ ٹائم مغربی پاکستان)

رمضان المبارک

ایام	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	اختتام سحری منٹ	اختتام سحری گھنٹہ	افطاری منٹ	افطاری گھنٹہ
جمعہ	یکم رمضان	۲۷ اگست	[illegible]	۴	۳۶	۶
ہفتہ	۲	۲۸ ″	۱۱	۴	۳۴	۶
اتوار	۳	۲۹ ″	۱۲	۴	۳۳	۶
پیر	۴	۳۰ ″	۱۲	۴	۳۲	۶
منگل	۵	۳۱ ″	۱۳	۴	۳۱	۶
بدھ	۶	یکم ستمبر	۱۴	۴	۲۹	۶
جمعرات	۷	۲ ″	۱۵	۴	۲۸	۶
جمعہ	۸	۳ ″	۱۵	۴	۲۷	۶
ہفتہ	۹	۴ ″	۱۶	۴	۲۶	۶
اتوار	۱۰	۵ ″	۱۷	۴	۲۵	۶
پیر	۱۱	۶ ″	۱۸	۴	۲۴	۶
منگل	۱۲	۷ ″	۱۹	۴	۲۳	۶
بدھ	۱۳	۸ ″	۱۹	۴	۲۲	۶
جمعرات	۱۴	۹	۲۰	۴	۲۱	۶
جمعہ	۱۵	۱۰ ″	۲۱	۴	۱۹	۶
ہفتہ	۱۶	۱۱ ″	۲۱	۴	۱۸	۶
اتوار	۱۷	۱۲ ″	۲۲	۴	۱۷	۶
پیر	۱۸	۱۳ ″	۲۳	۴	۱۶	۶
منگل	۱۹	۱۴ ″	۲۳	۴	۱۴	۶
بدھ	۲۰	۱۵ ″	۲۴	۴	۱۲	۶
جمعرات	۲۱	۱۶ ″	۲۵	۴	۱۱	۶
جمعہ	۲۲	۱۷ ″	۲۶	۴	۱۰	۶
ہفتہ	۲۳	۱۸ ″	۲۷	۴	۸	۶
اتوار	۲۴	۱۹ ″	۲۸	۴	۷	۶
پیر	۲۵	۲۰ ″	۲۹	۴	۵	۶
منگل	۲۶	۲۱ ″	۲۹	۴	۴	۶
بدھ	۲۷	۲۲ ″	۳۰	۴	۳	۶
جمعرات	۲۸	۲۳ ″	۳۰	۴	۱	۶
جمعہ	۲۹	۲۴ ″	۳۱	۴	۰	۶
ہفتہ	۳۰	۲۵ ″	۳۲	۴	۵۹	۵

شوال کے روزے

ایام	تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	اختتام سحری منٹ	اختتام سحری گھنٹہ	افطاری منٹ	افطاری گھنٹہ
اتوار	یکم شوال	۲۶ ستمبر	عید الفطر			
پیر	۲	۲۷ ″	۳۳	۴	۵۶	۵
منگل	۳	۲۸ ″	۳۳	۴	۵۵	۵
بدھ	۴	۲۹ ″	۳۴	۴	۵۴	۵
جمعرات	۵	۳۰ ″	۳۴	۴	۵۳	۵
جمعہ	۶	یکم اکتوبر	۳۵	۴	۵۲	۵
ہفتہ	۷	۲ ″	۳۶	۴	۵۰	۵

لاہور سے دوسرے شہروں کا فرق

شہر	منٹ		شہر	منٹ	
راولپنڈی	۶	منٹ بعد	ساہیوال	۶	منٹ بعد
ڈیرہ غازیخان	۱۵	″ ″	مظفر گڑھ	۱۲	″ ″
سیالکوٹ	۳	″ ″	میانوالی	۱۰	″ ″
گوجرانوالہ	۲	″ ″	بہاولپور	۱۴	″ ″
گجرات	۱	″ ″	کراچی	۲۷	″ ″
لائلپور	۱۵	″ ″	کوئٹہ	۲۸	″ ″
سرگودھا	۶	″ ″	ڈیرہ اسمٰعیلخان	۱۵	″ ″
کیمبل پور	۱۵	″ ″	پشاور	۱۳	″ ″
ملتان	۱۱	″ ″	لاڑکانہ	۲۴	″ ″

مرتبہ: غلام [illegible] اظہر ریٹائرڈ ہیڈ ڈرافٹسمین پی۔ ڈبلیو۔ آر

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۹۶ھ — ۱۰ اگست ۱۹۷۶ء